15

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

10تا16اپریل2012ء/17تا23جمادی الاُولیٰ1433ھ

اس شمارے میں

کیا خوب، قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور!

عمل صالح کا مفہوم؟

جب پردے اُٹھا دیے جائیں گے

نصاب تعلیم پر حملہ

اسلام: ملک کے مسائل کا واحد حل

ڈاکٹر اسرار احمدؒ: عظیم محسن، عظیم راہنما

تلخ فیصلوں کا وقت

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

نفس کی بندگی

(ارشادِ باری تعالیٰ ہے:)

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾ (القصص:50)

یعنی ''اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جس نے اللہ کی ہدایات کے بجائے اپنے نفس کی خواہش کی پیروی کی۔ ایسے ظالم لوگوں کو اللہ ہدایت نہیں دیتا۔''

مطلب یہ ہے کہ سب سے بڑھ کر انسان کو گمراہ کرنے والی چیز انسان کے اپنے نفس کی خواہشات ہیں۔ جو شخص خواہشات کا بندہ بن گیا، اس کے لیے خدا کا بندہ بننا ممکن ہی نہیں۔ وہ تو ہر وقت یہ دیکھے گا کہ مجھے روپیہ کس کام میں ملتا ہے، میری عزت اور شہرت کس کام میں ہوتی ہے، مجھے لذت اور لطف کس کام میں حاصل ہوتا ہے، مجھے آرام اور آسائش کس کام میں ملتی ہے۔ بس یہ چیزیں جس کام میں ہوں گی اسی کو وہ اختیار کرے گا، چاہے خدا اس سے منع کرے۔ اور یہ چیزیں جس کام میں نہ ہوں اس کو وہ ہرگز نہ کرے گا، چاہے خدا اس کا حکم دے۔ تو ایسے شخص کا خدا اللہ تبارک وتعالیٰ نہ ہوا، اس کا اپنا نفس ہی اس کا خدا ہو گیا۔ اس کو ہدایت کیسے مل سکتی ہے؟...... نفس کے بندے کا جانوروں سے بدتر ہونا ایسی بات ہے جس میں کسی شک کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ کوئی جانور آپ کو ایسا نہ ملے گا جو خدا کی مقرر کی ہوئی حد سے آگے بڑھتا ہو۔ ہر جانور وہی چیز کھاتا ہے جو خدا نے اس کے لیے مقرر کی ہے۔ اسی قدر کھاتا ہے جس قدر اس کے لیے مقرر کی ہے۔ اور جتنے کام جس جانور کے لیے مقرر ہیں بس اتنے ہی کرتا ہے۔ مگر یہ انسان ایسا جانور ہے کہ جب یہ اپنی خواہش کا بندہ بنتا ہے تو وہ وہ حرکتیں کر گزرتا ہے جس سے شیطان بھی پناہ مانگے۔

خطبات

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

الہدیٰ (508)

سورۃ ہود

(آیات 74 تا 77)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ۝ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ۝ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ۝ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ۝

’’جب ابراہیم سے خوف جاتا رہا اور ان کو خوش خبری بھی مل گئی تو قوم لوط کے بارے میں لگے ہم سے بحث کرنے۔ بے شک ابراہیم بڑے تحمل والے، نرم دل اور رجوع کرنے والے تھے۔ اے ابراہیم! اس بات کو جانے دو۔ تمہارے پروردگار کا حکم آ پہنچا ہے۔ اور ان لوگوں پر عذاب آنے والا ہے جو کبھی نہیں ٹلنے گا۔ اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو وہ ان (کے آنے) سے غمناک اور تنگ دل ہوئے اور کہنے لگے کہ آج کا دن بڑی مشکل کا دن ہے۔‘‘

جب فرشتوں نے واضح کر دیا کہ ہم اللہ کے فرشتے ہیں اور ہمیں قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ بشارت پہنچ گئی کہ اللہ تعالیٰ سارہ کو بھی بیٹا عطا کرے گا، تو انہوں نے اللہ کے ساتھ مجادلہ شروع کر دیا۔ اس مجادلے کی تفصیل تورات میں آئی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام قوم لوط کو عذاب الٰہی سے بچانے کی بات کرتے رہے۔ یہ بات دراصل اُن کی طبیعت کی نرمی اور شفقت کی بنا پر تھی۔ وہ بہت حلیم الطبع تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ قوم لوط عذاب کا نشانہ بنے۔ یہی نرمی اور حلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں بھی۔ ابراہیم علیہ السلام بہت حلیم اور نرم دل ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ کی جناب میں رجوع کرنے والے تھے۔ ان سے کہا گیا، اے ابراہیمؑ! ان کو چھوڑیئے اور اس بات سے تعلق نہ رکھئے۔ یہ تو اب آپ کے رب کا فیصلہ آ چکا۔ اب ان پر وہ عذاب آ کر ہی رہے گا جسے لوٹایا نہیں جا سکے گا۔

جب اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس خوبصورت نوخیز لڑکوں کی صورت میں آئے تو وہ انہیں دیکھ کر سخت غمگین ہوئے۔ وجہ یہ تھی کہ اس قوم کے لوگ امرد پرست تھے۔ ان کو Sadomy کی لت تھی۔ جب انہوں نے ان خوبصورت لڑکوں کو دیکھا تو اُسے ایک اچھا شکار سمجھے اور لوط علیہ السلام کے گھر پر غول کے غول چڑھ دوڑے۔ چونکہ یہ لوط علیہ السلام کے مہمان تھے اور انسانی شکل میں تھے اور مہمانوں کے ساتھ لوط علیہ السلام کسی طرح کا ہتک آمیز رویہ برداشت نہ کر سکتے تھے، لہٰذا ان کا دل تنگ ہوا اور وہ کہنے لگے، یہ تو میرے لئے بڑی سختی کا دن ہے۔ میرے پاس اتنی طاقت نہیں ہے کہ میں ان بدبختوں کا مقابلہ کر سکوں اور اپنے ان مہمانوں کو ان لوگوں کی دست بُرد سے بچا سکوں۔ لوط علیہ السلام جانتے تھے کہ قوم کے لوگوں کی خباثت کس قسم کی ہے کہ وہ کسی اپیل اور دلیل کو ماننے والے نہیں۔ اسی لئے اُن کے دل میں ایک عجیب کیفیت پیدا ہوئی۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

سب سے زیادہ مبغوض کون؟

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ((أَبْغَضُ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ ثَلَاثَةٌ مُلْحِدٌ فِي الْحَرَمِ وَمُبْتَغٍ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَمُطَّلِبُ دَمِ امْرِءٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لِيُهَرِيقَ دَمَهُ)) (صحیح بخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’لوگوں میں سب سے زیادہ مبغوض (یعنی برا) اللہ کے ہاں تین شخص ہیں، حرم میں ظلم کرنے والا، اسلام میں جاہلیت کا طریقہ تلاش کرنے والا، اور کسی شخص کا خون ناحق طلب کرنے والا، تاکہ اس کا خون بہائے۔‘‘

ادا ریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا خوب، قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور!

اللہ نے اپنی کل مخلوقات میں سے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا۔ اپنی اس بہترین تخلیق میں سے بھی انبیا اور رُسل کو اعلیٰ ترین مقام عطا فرمایا۔ سچ پوچھیے تو حقیقت یہ ہے کہ انسان ہونے کے باوجود انبیاء اور رُسل کی کیٹگری ہی الگ ہے۔ وہ مامور من اللہ ہوتے ہیں۔ معصوم عن الخطا ہوتے ہیں۔ وہ حق کا سمبل ہوتے ہیں۔ حق اور سچ اُن سے شروع ہو کر اُن ہی پر ختم ہوتا ہے۔ اُن کا ساتھ دینے والا حق کا ساتھی کہلاتا ہے، اور اُن کا مخالف باطل اور باطلِ محض ہوتا ہے۔ چاہے ظاہری طور پر اُس کا دنیا میں بڑا اونچا مقام ہی کیوں نہ ہو، حقیقت میں وہ پستی کا مکین ہوتا ہے اور ذلت و رسوائی اُس کا مقدر ہوتی ہے۔ ایک بات اور طے شدہ ہے کہ غیرِ نبی تقویٰ اور نیکی کی معراج تک ہی کیوں نہ پہنچ جائے وہ انبیاء اور رُسل کے مقام کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتا۔ ڈاکٹر اسرار احمد ایک انسان تھے، دوسرے عام انسانوں کی طرح، جن کے خمیر میں نسیان ہوتا ہے۔ بھول چوک اور خطا سے وہ مبرا نہیں ہوتے۔ لیکن ان بشری تقاضوں کے علی الرغم وہ اتنے عظیم اور قد آور انسان تھے کہ ہمیں انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیے جانے کی وجہ سمجھ آتی ہے۔ اُن کی اللہ کی کتاب اور نبی آخر الزمان ﷺ کے فرمودات سے والہانہ محبت دیدنی تھی۔ علاوہ ازیں وطن عزیز میں اسلام کے نظامِ عدل اجتماعی کے نفاذ کی خواہش اس بندۂ خدا کے جسم و جان میں گندھی ہوئی تھی۔

بانی تنظیم اسلامی اور مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے حوالے سے بات آگے بڑھانے سے پہلے ہم یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ برسی منانے، عرس منعقد کرنے، یادگاریں تعمیر کرنے، بزرگوں کی قبروں پر خانقاہیں تعمیر کرنے، اور آستانے قائم کرنے اور وہاں میلے منعقد کرنے کے بارے میں ہم کوئی فتویٰ تو نہیں دیتے، لیکن یہ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ اور ہمارے مزاج کے سخت خلاف ہے۔ اگرچہ بزرگانِ دین اور اپنے اسلاف سے عقیدت اور محبت اُن کے اور ہمارے ایمان کا حصہ ہے لیکن اس میں غلو اور اِس آڑ میں غیر شرعی حرکات کسی صورت قبول نہیں کی جاسکتیں۔ ہم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے جو یہ چند سطور تحریر کر رہے ہیں تو دل ڈر رہا ہے اور ذہن بڑی مشکل سے اس پر آمادہ ہوا ہے اس لیے کہ شخصیت پرستی ہمارے نزدیک انتہائی قابلِ نفرت اور مذموم فعل ہے۔ لیکن ہر دور میں ایک مسئلہ رہتا ہے کہ وقت کے نوجوانوں کو کسی اعلیٰ اور ارفع مقصد کے حصوں پر آمادہ کرنے کے لیے اسی دنیا کے انسانوں کی مثال دینا پڑے گی۔ انسان کی خصلت ہے کہ وہ بڑے لوگوں اور اُن کے بڑے کارناموں سے inspire ہوتا ہے۔ زندہ مثال پیش کر کے اُن پر اتمام حجت کرنا مقصود ہوتا ہے، کہ آخر ایک جیسی جسمانی ساخت رکھتے ہوئے اور ایسے ہی حالات و واقعات کا مقابلہ کرتے ہوئے ہم عظمت کے ان پہاڑوں کی بھرپور پیروی کیوں نہیں کر سکتے، ہم مشنری کیوں نہیں بن سکتے، اور حالات کی ناموافقت سے ہم کیوں نہیں لڑ سکتے، ہم آخرت کو دنیا پر ترجیح کیوں نہیں دے سکتے۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے محبت کرنے والے ہر مرد و زن کو جان لینا چاہیے کہ تین جہتوں میں محنت اور مشقت انسان کو بڑا بنا سکتی ہے۔ 1۔ انسان اپنی ذات اور اہل خانہ کے لیے جان جوکھوں میں ڈالے اور اس دنیا میں کوئی اعلیٰ مقام حاصل کرنے کے لیے اپنا تن من جھونک دے۔ 2۔ اپنی قوم اور ملک کے لیے زندگی وقف کر دے۔ اس مقصد کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دے اور اپنی صلاحیتوں کو نچوڑ کر قوم پر نچھاور کر دے۔ اس حوالہ سے مخلصانہ کوششیں انسان کو خواہی نخواہی دنیا میں ایک بڑا مقام دلا دیتی ہیں۔ 3۔ تیسری جہت یہ ہے کہ یہ

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: **اقتدار احمد** مرحوم

10 تا 16 اپریل 2012ء — جلد 21
17 تا 23 جمادی الاُولیٰ 1433ھ — شمارہ 15

مدیر مسئول: **حافظ عاکف سعید**

مدیر: **ایوب بیگ مرزا**

نائب مدیر: **محبوب الحق عاجز**

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' **طابع:** رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

سب کچھ اللہ کے دین اور آخرت کمانے کے لیے لگا دے اور کوئی دنیوی غرض نہ ہو۔ یہاں تک کہ جان کی بازی بھی لگا دے اور شہادت فی سبیل اللہ کا مقام و مرتبہ حاصل کر لے۔ ظاہر ہے، پہلی جہت انتہائی ارزاں، عارضی اور گھٹیا نوعیت کی ہے۔ جبکہ محنت اور جدوجہد کی تیسری اور آخری جہت انسانی عظمت کو آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیتی ہے۔ اور وہ دنیا جس کا وہ طالب نہیں ہوتا، وہ خود بعض اوقات اُس کی زندگی ہی میں اُس کے قدموں میں ڈھیر ہو جاتی ہے اور بعض اوقات دنیا بعد از مرگ اُسے احترام و تکریم کے حوالے سے اوجِ ثریا تک پہنچا دیتی ہے۔

بہرحال جس ربِ عظیم کے دین کی خدمت وہ اپنی زندگی کا شعائر بناتا ہے وہ رب اُسے دائمی زندگی کے جن دائمی انعام و اکرام سے نوازتا ہے، وہ ہمارے تصور اور وہم و گمان سے بھی ماوراء شے ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد کے بعض خیالات و افکار سے بہت سے لوگوں کو اختلاف ہو سکتا ہے اور یہ اُن کا حق ہے لیکن کوئی ظالم سے ظالم انسان بھی اس حقیقت کو نہیں جھٹلا سکتا کہ انہوں نے اس تیسری جہت میں زندگی کھپا دی۔ سفر و حضر ہو، صحت و تندرستی کی کیفیت ہو یا حالت بیماری میں بستر پر پڑے ہوں، نجی محفل ہو یا عوامی جلسہ ہو، ایوانِ صدر میں گفتگو کا موقع ملے یا کسی پسماندہ بستی میں خطاب کریں، دوست و احباب کی محفل ہو یا بدترین دین دشمن سیکولر اور ملحد قسم کے لوگوں سے پالا پڑ جائے، بات اللہ کے دین کی کی جائے گی اور مذہبی بنیادوں پر محض وعظ و نصیحت ہی نہیں بلکہ ڈٹ کر اولاً پاکستان میں اور بعد ازاں عالمی سطح پر اسلام کے نظام عدل اجتماعی یعنی نظام خلافت قائم کرنے کی کھل کر بات ہوگی۔ کوئی مخالفانہ ماحول، کسی قسم کی کوئی مصلحت یا کسی حکمران کا رعب داب انہیں یہ اعلان کرنے سے نہیں روک سکتا تھا کہ اُمت مسلمہ کے تمام مسائل اور مصائب کی جڑ دین سے دوری اور غیر اسلامی نظام کا مسلط ہونا ہے۔ اُن کی رائے میں امت کی ذلت و پستی کا بنیادی سبب امت کی قرآن سے مہجوری تھی۔ آج سیاسی اور مذہبی دنیا کا طاقتور ترین انسان بھی پاپولر نقطہ نظر کی مخالفت نہیں کر سکتا لیکن ڈاکٹر اسرار احمدؒ بھی عوامی سطح پر مخالفت کے خوف سے حق گوئی سے باز نہ رہے۔

ہر وہ شخص جو ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے محبت و عقیدت کا دعویدار ہے، اور اُن سے قلبی لگاؤ رکھتا ہے، سن لے اور کان کھول کر اچھی طرح سن لے کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو ہدیۂ عقیدت پیش کرنے کے لیے کسی برسی منانے کی، اُن کی شخصی خوبیوں پر زمین و آسمان کے قلابے ملانے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی اُن کی روح ایسے طرزِ عمل پر شاداں ہوگی۔ ہاں اگر کوئی نظامِ عدل اجتماعی کے قیام اور بنائے خلافت کو استوار کرنے میں تن من دھن لگا دے گا تو وہ حقیقی معنوں میں اُن کی روح کی شادمانی کا باعث بنے گا۔ یاد رکھیے، ہم سب کے رب نے اپنی آخری کتاب میں واضح طور پر فرما دیا کہ ’’ہم نے انسان کو بہترین تقویم پر پیدا کیا، پھر وہ ہو جاتا ہے نچلوں میں سب سے نچلا‘‘ یعنی انسان کو ایک جیسی خلقت اور ایک جیسا ملتا جلتا جسمانی حلیہ عطا ہوتا ہے لیکن ایک شخص اگر نیکی کی راہ اختیار کرے تو سچے اور برحق نظریات و افکار، عقائد اور صالح اعمال کی بنیاد پر عظمت اور افتخار اُس کا تعاقب کرتے ہیں لیکن اگر وہ کج روی اختیار کرے اور بداعمالی پر اُتر آئے تو دوسری مخلوقات سے بھی ہیچ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا قابل تقلید شے صحیح نظریات اور اچھے اعمال ہیں۔ شخصیت کی عزت و تکریم اسی حوالہ سے ہوگی۔ عزت و احترام کوئی وراثت نہیں ہوتی کہ اولاد میں تقسیم یا منتقل ہو جائے لیکن اگر بیٹا باپ کے نقش قدم پر چلے تو باپ پر آفرین اور بیٹا پر صد آفرین ہے۔ کوئی شخص محض اپنی ذات میں عزت و احترام کا حق دار نہیں ہوگا۔ قرآن و سنت سے ماخوذ یہی وہ درس تھا جو ڈاکٹر اسرار احمدؒ اپنی زندگی میں دیتے تھے۔ تاہم شریعت کی مقررہ اور طے کردہ حدود میں رہتے ہوئے ایسے عظیم لوگوں کے لیے اپنے دل میں محبت رکھنا اور اُس کا اظہار کرنے کی کوئی ممانعت نہیں۔ ان ہی حدود کا خیال رکھتے ہوئے ہم اُن کی یاد میں غالب کا ایک شعر پیش کریں گے ؎

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے
کیا خوب، قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور!

زندگی کا ایک طویل سفر ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی معیت میں طے کرنے کی بنیاد پر ہم بآسانی اور پورے یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے محبت کرنے والا کوئی دعویدار دین حق کے قیام اور نفاذ کی جدوجہد میں اگر عملی حصہ نہیں ڈالتا تو تمام تر محبت اور عقیدت کے باوجود وہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے نظریات کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ (واللہ اعلم)

بیابہ مجلس اسرار

عمل صالح کا اصل مفہوم

عمل صالح کا عام ترجمہ اچھے اور نیک اعمال سے کیا جاتا ہے۔ لیکن خود اِس لفظ کی گہرائی میں اتریئے تو مزید حقائق پر سے پردہ اٹھتا ہے۔ اس لیے کہ ایک طرف تو اس کے باوجود کہ عمل اور فعل دو نہایت قریب المفہوم الفاظ ہیں، اِن کے معنی میں ایک باریک سا فرق بھی ہے۔ فعل کسی بھی کام کو کہہ دیں گے لیکن عمل کا اطلاق عام طور پر محنت طلب اور مشقت بخش کام پر ہوتا ہے، اور دوسری طرف صالح کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جس میں ترقی اور نشو و نما کی صلاحیت موجود ہو۔ اب ان دونوں کو جوڑیئے تو معلوم ہوگا کہ اِس اصطلاح کی اصل حقیقت یہ ہے کہ انسان کو اپنا وہ اصل مقام حاصل کرنے کے لیے جس پر اِس کی بالقوہ (Potentially) تخلیق ہوئی ہے ایک محنت اور جدوجہد کی ضرورت ہے اور ایک چڑھائی چڑھنی لازم ہے، جس کا جامع عنوان ’’عمل صالح‘‘ ہے۔ گویا وہی بات ہوئی جو کسی شاعر نے ان الفاظ میں بیان کی کہ ؎

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا — مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

سورۃ التین متعدد اعتبارات سے سورۃ العصر سے بہت مشابہ ہے۔ چنانچہ اُس میں اسی حقیقت کو زیادہ وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (4) ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ (5) اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾

یعنی انسان کی تخلیق اصلاً تو نہایت اعلیٰ مقام پر ہوئی تھی اور اسے جنوں پر ہی نہیں فرشتوں پر بھی فضیلت عطا کر کے خلافت و نیابت الٰہی سے سرفراز فرمایا گیا تھا، لیکن پھر عملاً اسے عالمِ آب و گِل میں مقید اور نفس امارہ کے پھندوں میں گرفتار کر کے گویا نیچے والوں میں سب سے نچلے مقام پر ڈال دیا گیا۔ اب اپنے اصل مقام کی بازیافت کے لیے لازم ہے کہ وہ علم حقیقی بھی حاصل کرے یعنی ایمان کے نور سے اپنے باطن کو منور کرے اور عمل صحیح بھی اختیار کرے یعنی اعمال صالحہ سے اپنے ظاہر کو مزین کرے اور شریعت اور طریقت کی راہوں پر گامزن ہو۔

جب سب پردے اُٹھا دیے جائیں گے

میدان حشر کا منظر اور ناشکری کا انجام

سورۂ قٓ کی آیات 19 تا 24 کی روشنی میں

امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 23 مارچ 2012ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[سورۃ قٓ کی آیات 19 تا 24 کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! پچھلے جمعہ سے ہم نے سورۂ قٓ کے مطالعہ کا آغاز کیا تھا۔ یہ سورت مکی ہے اور اس کے تین رکوع اور 45 آیات ہیں۔ یوں تو پورا قرآن مجید ہی تذکرہ اور نصیحت ہے، لیکن مکی سورتوں میں موعظت اور نصیحت کا پہلو زیادہ غالب ہے۔ مکی سورتوں میں بھی قرآن کے اس حصہ یعنی سورۂ قٓ، ذاریات، طور، قمر، رحمان اور واقعہ وغیرہ میں تذکیری پہلو بہت غالب ہے، پھر یہ کہ اس حصے میں قرآن کا حسن و جمال بھی بہت نمایاں ہے۔ کلام الٰہی کے حسن و خوبی کے بے شمار پہلو ہیں۔ مثلاً الفاظ کا شکوہ ہے، ردھم ہے، روانی ہے، آہنگ ہے۔ اس پہلو سے بھی یہ حصہ قرآن مجید کا چوٹی کا درجہ رکھتا ہے۔ اس کے اندر صوتی آہنگ کا بہت لحاظ رکھا گیا ہے۔ ظاہر ہے، اس کی اپنی ایک تاثیر ہے۔ تین رکوعوں میں سے پہلے رکوع کا مطالعہ ہم کر چکے ہیں۔ آج ہم آیات 19 تا 24 کا مطالعہ کریں گے۔ فرمایا:

﴿وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ (19)﴾

''اور موت کی بے ہوشی حقیقت کھولنے کو طاری ہوگئی (اے انسان) یہی (وہ حالت) ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔''

موت ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کسی کو مفر نہیں۔ ہر شخص پر ایک نہ ایک دن موت طاری ہونی ہے۔ آج سے سو سال پہلے جو لوگ اِس دنیا میں موجود تھے، آج وہ یہاں نہیں ہیں۔ وہ سب موت کے منہ میں چلے گئے ہیں۔ موت سب سے زیادہ یقینی شے ہے۔ میں ہوں یا نہیں ہوں، اس میں تو شک ہوسکتا ہے، لیکن موت میں کسی کو شک نہیں ہوسکتا۔ اب تک دنیا میں اربوں لوگ آئے اور چل دیئے۔ ہم پر بھی یہ وقت آنا ہے اور یہ زیادہ دور بھی نہیں۔ کوئی کتنا بھی جی لے، آخر کار موت اُسے آ کر رہے گی۔ ہمارا معاملہ یہ ہے کہ ذہن میں موت کا خیال آتے ہی کوشش کرتے ہیں کہ موضوع بدل دیں، کہ اس سے ہمارے عیش و آرام میں خلل واقع ہوتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دور میں والد محترم اخبارات میں مضامین لکھتے تھے، جن میں قرب قیامت کے واقعات کا ذکر ہوتا تھا۔ اس پر کچھ لوگوں نے ان کے پاس آ کر یہ کہا کہ خدارا ان موضوعات کو چھوڑیں، کوئی اور بات کریں، یہ کیا آپ نے ہر وقت قیامت سے ڈرانا شروع کر دیا ہے۔ دراصل موت کا ذکر انسان کو ناگوار محسوس ہوتا ہے۔ اسی لئے تو انسان جب اپنے قریبی عزیز یا دوست کو قبرستان میں جا کر دفناتا اور قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد ہاتھ جھاڑتا ہے تو اس کے ساتھ ہی ذہن سے موت کا تصور بھی جھاڑ دیتا ہے، لیکن تا بکے، موت تو بالآخر آنی ہے۔

آگے فرمایا:

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ (20)﴾

''اور صور پھونکا جائے گا یہی (عذاب کے) وعید کا دن ہے۔''

قرآن مجید آخرت کا تذکرہ صیغۂ ماضی میں کرتا ہے۔ گویا یہ واقعات ہو چکے ہوں۔ اس اسلوب سے آخرت کی حتمیت، قطعیت اور یقینی ہونے کو واضح کرنا مقصود ہے۔ یعنی قیامت اتنی یقینی ہے گویا واقع ہو چکی ہے۔ آج کل کے مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ آخرت کے حوالے سے بے فکر ہیں۔ کسی نے صحیح کہا تھا کہ ہم اپنے بچوں کے حوالے سے اس بات کے بڑے فکر مند ہوتے ہیں کہ ہمارے بعد ان کا مستقبل کیا ہوگا۔ لیکن ان کی آخرت اور اس سے بھی پہلے برزخی زندگی جو نہ جانے کتنی طویل ہوگی کی سختیوں سے یکسر بے پروا ہیں۔ قبر کی زندگی میں بھی گناہ گار لوگ شدید کرب میں ہوں گے۔ ہماری غفلت کا یہ عالم ہے کہ اگر ہمارا کوئی عزیز چند دن کے لئے جیل چلا جائے تو ہمیں سخت بے چینی اور پریشانی ہوتی ہے لیکن ہم خود جنہیں اپنے ہاتھوں سے دفناتے اور وہاں چھوڑ کر آتے ہیں جہاں کوئی پُرسانِ حال نہیں ہوتا، ان کی ہمیں کوئی فکر نہیں۔

یہاں پر نفخۂ ثانی کا ذکر ہے۔ ایک نفخہ (پھونک) تو وہ ہے جس سے قیامت آئے گی اور ہر چیز پر موت طاری ہو جائے گی۔ اس ہولناک واقعہ کو قرآن ''زلزلۃ الساعۃ'' کہتا ہے۔ لیکن ہم اپنے محاورے میں اس کو بھی قیامت کہتے ہیں۔ یہ پہلی قیامت ہے۔ اس کے بعد دوسرا نفخہ وہ ہے، جس سے سب لوگ زندہ ہو کر قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے، اور میدان حشر کی طرف دوڑ رہے ہوں گے۔ اِسی دن کا دنیا میں کافر انکار کرتے رہے کہ کیسے دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور اسی دن سے انبیاء و رسل خبردار کرتے رہے۔ قیامت کب آئے گی اور موت اور حشر کے درمیان برزخی دور کتنا طویل ہوگا؟ اس

بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی آمد آج سے تقریباً 10 ہزار سال پہلے دنیا میں ہوئی تھی۔ اس دور کے لوگ ہمارے پیمانے سے 10 ہزار سال سے عالم برزخ میں ہیں۔ جو لوگ نبی اکرم ﷺ کے دور میں تھے وہ پندرہ سو سال سے عالم برزخ میں ہیں۔ ایک اعتبار سے دیکھیں تو قیامت بہت دور لگتی ہے، لیکن حقیقت کے اعتبار سے قیامت ہمارے سر پر کھڑی ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ”جو شخص مر گیا اس کی تو قیامت ہو گئی۔“ اس لئے کہ اس کے پاس جو مہلت عمل تھی، وہ ختم ہو گئی۔ اب اس کے پاس نیکیاں کما کر رب کو راضی کرنے اور اپنی عاقبت سنوارنے کا موقع نہیں رہا۔ اب تو بس نتیجہ نکلنا ہے۔ قیامت اس اعتبار سے بھی قریب ہے کہ موت بھی نیند کی طرح ہے۔ نیند میں انسان کو صحیح اندازہ نہیں ہوتا کہ میں نے کتنا وقت گزارا۔ چنانچہ اصحاب کہف پر موت طاری کی گئی اور وہ کئی سو سال تک ایک غار میں رہے۔ جب اٹھے تو آپس میں مذاکرہ کرنے لگے کہ ہم کتنی دیر سوئے ہوں گے؟ بعض کہنے لگے کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام کو سو سال کے لئے سلا دیا گیا۔ جب اٹھانے کے بعد ان سے پوچھا گیا کہ کتنا عرصہ سوئے رہے تو انہوں نے یہی کہا کہ ایک دن یا دن کا کچھ وقت۔ گویا قیامت اور انسان کے بیچ ایک نیند کا سا وقفہ ہے، یہاں آنکھ بند ہوگی وہاں کھلے گی۔ پس قیامت سر پر کھڑی ہے۔ شاعر نے اِس مضمون کو بہت عمدگی سے یوں بیان کیا ہے ؎

دنیا سے قیامت دور سہی
دنیا کی قیامت دور نہیں!

اگلی آیت مبارکہ میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ (21)﴾

”اور ہر شخص (ہمارے سامنے) آئے گا ایک (فرشتہ) اس کے ساتھ چلانے والا ہوگا اور ایک (اس کے عملوں کی) گواہی دینے والا“

روز قیامت کا ایک اور منظر یہاں بیان کیا گیا ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک فرشتہ ہوگا، جو اُسے میدان حشر کی طرف ہانک کر لے جائے گا۔ اس لئے کہ وہاں پر کوئی بھی جانا نہ چاہے گا۔ خاص طور پر جو مجرم ہیں وہ تو ہرگز نہیں جانا چاہیں گے۔ وہ تو یہی کہیں گے کہ کہاں ہے جائے فرار کہ وہاں جا کر چھپ سکیں۔ ساتھ دوسرا فرشتہ گواہ ہوگا جو نامہ اعمال لے کر ساتھ چل رہا ہوگا۔

آگے فرمایا:

﴿لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ (22)﴾

”(یہ وہ دن ہے کہ) اس سے تو غافل ہو رہا تھا۔ اب ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھا دیا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔“

دنیا میں انسان پر مادیت اور شہوانی خواہشات کے پردے پڑے ہوتے ہیں۔ اُسے حقیقت نظر نہیں آتی۔ دنیا اور دولت کی محبت کی وجہ سے وہ حقیقت کو دیکھنے سے عاجز ہوتا ہے، مگر روز قیامت یہ سب پردے اٹھا دیئے جائیں گے۔ چنانچہ اُس کی نگاہ بڑی تیز ہوگی جو حقیقت کو صاف دیکھ رہی ہوگی۔ اور وہ دیکھ لے گا کہ جو باتیں کہی گئی تھیں وہ صحیح ہیں یا غلط۔

آگے فرمایا:

﴿وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ (23)﴾

”اور اس کا ہم نشین کہے گا کہ یہ میرے پاس حاضر ہے۔“

یہاں ”قرین“ سے کیا مراد ہے؟ بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد فرشتہ ہے جو اعمال نامہ حاضر کرے گا۔ اور بعض کے نزدیک اس سے مراد شیطان ہے جو انسان کے ساتھ ہوتا ہے۔ شیطان اُس دن کہے گا کہ یہ مجرم حاضر ہے جس کو میں نے اغوا کیا اور دوزخ

پریس ریلیز

حافظ عاکف سعید

چوہدری نثار کا آرمی چیف اشفاق پرویز کیانی کے نام نہاد دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ سے علیحدگی کا حامی ہونے کا بیان خوش آئند ہے

قومی اسمبلی میں اپوزیشن لیڈر چوہدری نثار کا یہ بیان کہ آرمی چیف اشفاق پرویز کیانی نام نہاد دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ سے علیحدہ ہونے کے زبردست حامی ہیں، انتہائی خوش آئند ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ ہم آغاز سے یہ بات بڑے اصرار کے ساتھ کہتے رہے کہ امریکہ ہمیں دھوکہ دے رہا ہے۔ یہ جنگ درحقیقت ایک ایسی اسلامی ریاست کے خلاف تھی، جس میں اسلام بحیثیت نظام قائم کیا جا رہا تھا اور اس کے دنیوی ثمرات بھی ظاہر ہونا شروع ہو گئے تھے۔ سرمایہ دارانہ نظام کے کسٹوڈین کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ انسانوں کی حقیقی فلاح و بہبود پر مبنی یہ نظام اگر کچھ اور ممالک میں نافذ ہو گیا تو انسانوں خصوصاً غریبوں کا استحصال کرنے والے سرمایہ دارانہ نظام کو بری طرح جھٹکا لگے گا، جس سے اس کے پاؤں اکھڑ سکتے ہیں۔ انہوں نے زور دے کر یہ بات کہی کہ اس حوالہ سے یعنی اس جنگ سے لاتعلقی اختیار کرنے میں مزید وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنی اس غلطی کو تسلیم کرتے ہوئے اللہ سے معافی مانگنی چاہیے۔ وہ بڑا غفور رحیم ہے۔ ہمیں اس جنگ اور ان نام نہاد اتحادیوں کو خیرباد کہہ دینا چاہیے۔ انہوں نے اس یقین کا اظہار کیا کہ اس قدم سے ہماری نظریاتی اور جغرافیائی سلامتی کو لاحق خطرات دور ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ

(پریس ریلیز: 4 اپریل 2012ء)

جماعۃ الدعوۃ کے امیر حافظ محمد سعید کے سر کی قیمت مقرر کرنا امریکی حکام کی بوکھلاہٹ کا نتیجہ ہے

جماعۃ الدعوۃ کے امیر حافظ محمد سعید کے سر کی قیمت مقرر کرنا امریکی حکام کی بوکھلاہٹ کا نتیجہ ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ دوسرے ممالک کے باعزت شہریوں کے سروں کے دام مقرر کرنا انتہائی شرمناک قدم ہے۔ یہ ایک ایسا غیر انسانی، غیر اخلاقی اور غیر قانونی قدم ہے جس کی حمایت کوئی مہذب قوم یا معاشرہ نہیں کر سکتا۔ انہوں نے یاد دلایا کہ پہلے امریکہ اُن افراد کے سروں کی قیمت مقرر کرتا تھا جو اُس کے مطابق دہشت گرد تھے اور اس کے دستاویزی ثبوت موجود ہونے کا وہ دعویٰ کرتا تھا لیکن وہ اشخاص زیر زمین چلے جانے کی وجہ سے دستیاب نہیں ہوتے تھے۔ حافظ سعید کے خلاف نہ تو امریکہ کوئی ثبوت سامنے لا سکا اور نہ ہی وہ روپوش ہیں بلکہ ایک آزاد شہری کی طرح پاکستان بھر میں گھوم رہے ہیں اور عوامی جلسوں سے خطاب کر رہے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ درحقیقت نیٹو سپلائی بحال کروانے کے لیے یہ امریکہ کا پاکستان پر ناجائز دباؤ ہے جسے کسی قیمت پر قبول نہیں کیا جانا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ امریکی دوستی کے حوالے سے اب تو ہماری آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔ (پریس ریلیز: 6 اپریل 2012ء)

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

کے لئے تیار کر کے لایا ہوں۔ اگرچہ اس پر میرا زور نہ چلتا تھا، یہ خود اپنے ارادے سے غلط راستے پر چلا اور گمراہ ہوا۔ اس وقت شیطان کا یہ رول عجیب سا ہوگا۔ سورۂ زخرف میں ہے کہ جو شخص اپنی آنکھیں بند رکھنے پر مُصر ہو اور حقائق کو دیکھنا نہ چاہتا ہو اس پر سزا کے طور پر شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے، جو اُسے حق سے دور کر دیتا ہے۔

﴿اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ (24)﴾

”(حکم ہوگا کہ) ہر سرکش ناشکرے کو دوزخ میں ڈال دو۔“

ہر اس شخص کو جہنم میں جھونک دیا جائے جو اللہ کا ناشکرا، مخالف حق، خیر سے روکنے والا، حد سے تجاوز کرنے والا اور دین کے معاملے میں شک میں ڈالنے والا تھا۔ ناشکرا کون ہے؟ وہ جو اللہ کی نعمتوں کی قدر دانی نہ کرے۔ اپنے رب کا شکر ادا کرنے اور اس کا حکم بجا لانے کی بجائے اُس کی نافرمانی کرے۔ اور عنید وہ ہے جو حق کا مخالف ہو۔ یہاں یہ بات واضح ہو جائے کہ ناشکرے اور حق کے مخالفین صرف کفار ہی نہیں ہوتے، بلکہ خود مسلمانوں کی صفوں میں بھی ایسے بے شمار لوگ ہوتے ہیں۔ آج مسلمانوں کی عظیم اکثریت ایسے ہی لوگوں پر مشتمل ہے جو رب کی نعمتوں کی ناشکری اور حق کی مخالفت کرتے ہیں۔ بحیثیت قوم ہم مسلمانانِ پاکستان کو اپنی روش پر غور کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آزاد خطۂ زمین کی صورت میں ایک عظیم نعمت سے نوازا تھا مگر ہم نے اللہ کا شکر ادا نہ کیا۔ شکر کا تقاضا تھا کہ اُس کے دین و شریعت کو ملک میں نافذ کرتے، مگر ہماری ناشکری کی انتہا یہ ہے کہ نفاذِ اسلام کی بجائے آج یہ کہہ رہے ہیں یہ ملک اسلام کے نام پر بنا ہی نہیں، دو قومی نظریہ کوئی تصور ہی نہیں تھا۔ حالانکہ ہم نے پاکستان کا مطالبہ اسی بنیاد پر کیا تھا۔ ہم نے کہا تھا کہ ہم ہندوؤں سے الگ قوم ہیں، لہٰذا ان کے ساتھ مل کر ایک قوم کی حیثیت سے نہیں رہ سکتے۔ ہمیں اپنے لئے الگ خطۂ زمین چاہیے، جہاں ہم اپنے عقائد، تصورات اور اقدار کے مطابق ایک الگ معاشرہ تشکیل دیں۔ یہی دو قومی نظریہ ہے۔ اگر یہ نظریہ نہ ہوتا تو پھر یہ ملک بنانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ پھر تو وہی ہونا چاہیے تھا جو نیشنلسٹ علماء کہہ رہے تھے کہ ہندوستان میں بسنے والے لوگ ایک قوم ہیں۔ لہٰذا ہندوستان وحدت کی صورت میں آزاد ہو اور ہمیں ایک قوم کی حیثیت سے متحد ہو کر انگریز کو یہاں سے نکالنا چاہیے۔ افسوس کی بات ہے کہ آج کل کے نوجوانوں کو یہ معلوم ہی نہیں کہ ہم نے یہ ملک کیوں بنایا تھا، نظریۂ پاکستان کیا تھا۔ ہمیں اپنی تاریخ سے بھی کاٹ دیا گیا ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ ان چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں، اس کے بجائے فنی علوم میں آگے بڑھو۔ جو کچھ بھی ہے فنی تعلیم ہے۔ حالانکہ قوموں کو زندہ رکھنے کے لئے تاریخی شعور بہت ضروری ہوا کرتا ہے۔ علامہ محمد اقبال نے کہا تھا

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا جس کا تو ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

مسلمان قوم کی تاریخ بہت درخشاں ہے۔ مسلمان اس دنیا کے امام رہے ہیں۔ انہوں نے دنیا کو اخلاق سکھائے، تہذیب سکھائی۔ لیکن ہمیں اس عظیم امت کی شاندار تاریخ سے کاٹ دیا گیا۔ ہمارے ناشکرے پن کی انتہا یہ ہے کہ نعمت آزادی مل جانے کے بعد ہم نے نفاذ اسلام کے مشن اور وعدے کو بھلا دیا، اور آزادی ہی کو اپنی منزل سمجھ بیٹھے۔ ذہنوں پر یہ سوچ مسلط ہوگئی کہ ہمیں ہندو سے خلاصی ہوگئی، جس نے مسلمانوں کی ہر شے گروی رکھی ہوئی تھی، انگریزی اقتدار سے آزادی مل گئی۔ لہٰذا اب جیسے چاہو مادی فائدے حاصل کرو، موج اُڑاؤ۔ نظریۂ پاکستان بھی کوئی شے تھی، اس فکر کو ہم نے دماغ سے جھٹک دیا۔ ہم نے یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا تحریک پاکستان کے دوران ہم نے نعرہ لگایا تھا کہ ”پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ“ مگر آزادی کے بعد یہ سب کچھ بھول گئے اور انگریز کا قائم کردہ نظام ہی ملک پر مسلط کئے رکھا۔

اللہ کی اس ناشکری کا ایک اور مظہر اسلام کے نام پر بننے والے اس ملک میں تعلیم کے میدان میں اسلام کے خلاف حالیہ اقدامات ہیں۔ ہماری حکومت نے اسلامیات کے نصاب سے بھی قرآن مجید کے ایک بڑے حصے کو خارج کر دیا ہے۔ پرویز مشرف کے دور میں زبیدہ جلال نے اصلاحات کے نام پر سارا نصاب تعلیم بدل دیا تھا۔ اب جبکہ ایک آئینی ترمیم کے تحت نصاب سازی صوبوں کے حوالے کر دی گئی ہے، انہیں یہ آزادی ہے کہ جو چاہیں نصاب بنائیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھے کہ ہم انگریز کے بنائے ہوئے نصاب تعلیم کو یکسر تبدیل کر کے اُسے اسلامی نظریے کے مطابق ڈھالتے، لیکن ہم تو نصاب میں موجود رہی سہی اسلامیت بھی کھرچ کر نکال رہے ہیں۔

یہ بات بھی واضح ہو کہ جب یہ کہا جاتا ہے کہ ہمیں اپنے نظریے کے مطابق نظام تعلیم کو ڈھالنا چاہیے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ہم بچوں کو سائنس نہ پڑھائیں اور انہیں دنیا کی دوڑ سے الگ کر دیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ہمارے بچے سائنس بھی پڑھیں، لیکن یہ سائنس بے خدا نہ ہو با خدا ہو۔ ہم سائنس کو بے خدا بنا کر طالب علموں کو مادہ پرستی نہ سکھائیں بلکہ تمام علوم کو اسلامائز کر کے انہیں یہ بتائیں کہ مظاہر و قوانین فطرت اللہ ہی نے بنائے ہیں۔ سب کچھ کرنے والا اللہ ہے۔ وہی نظام کائنات کو چلا رہا ہے۔ یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ ہم کائنات کے خالق کو نظر انداز کر کے بچوں کو الحاد و مادہ پرستی کا درس دے رہے ہیں۔ اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ تعلیم کو اسلامائز کیا جائے، اور نوجوانوں کی دینی خطوط پر فکری و عملی تربیت کی جائے۔ اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ روح اسلام کے مطابق پورے کا پورے نصاب نیا بنے۔ لیکن تازہ ترین صورت حال یہ ہے کہ خادم پنجاب جو اسلام کے بڑے خیر خواہ بنتے ہیں، ان کی حکومت میں (اور خیبر پختونخوا میں بھی) یہ ہو رہا ہے کہ نویں اور دسویں جماعت کے اسلامیات کے نصاب میں قرآن پاک کی تینوں سورتوں (یعنی الانفال، الاحزاب اور الممتحنہ) کو نصاب سے خارج کر دیا گیا ہے۔ اور ان کی جگہ قرآن مجید میں سے صرف دس آیات شامل کی گئی ہیں۔ گویا ایک سو اسٹھ آیات کی جگہ صرف دس آیات کو شامل نصاب کیا گیا ہے۔ اسی طرح اسلام کی اخلاقی تعلیمات پر مشتمل احادیث مبارکہ کا خوبصورت گلدستہ بھی نکال کر احادیث کے تعارف اور اقسام کے حوالہ سے نہایت دقیق فنی مباحث چھیڑ کر قوم کے نونہالوں کے ذہنوں کو کنفیوز کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مزید برآں سیرت النبیؐ کے حصے میں سے بھی کافی اہم حصہ خارج کر دیا گیا ہے۔ دراصل ہمارے دشمن ہمارے خلاف جو سازشیں کر رہے ہیں، یہ قوم اسی کا مظہر ہے۔ معروف امریکی تھنک ٹینک رینڈ کارپوریشن کی مشہور زمانہ رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ مسلمانوں پر قابو پانے کے لئے ان کے ذہنوں میں حدیث کے حوالے سے شکوک و شبہات پیدا کر دو۔ چنانچہ آج اس پر بعینہٖ عمل ہو رہا ہے۔ افسوس ہمارے ہاں یہ اقدامات کرنے والے کوئی اور نہیں، مسلمان ہیں۔ ان لوگوں کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ وہ اسلام اور قرآن و حدیث کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ کہلانے کو یہ مسلمان مصنفین اور کالم نگار ہیں، لیکن ان کی لکھی گئی ایک ایک سطر سے اسلام دشمنی ٹپکتی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم کا شعور اور فکر آخرت عطا فرمائے اور اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیاں اسلام کے مطابق ڈھالنے کی توفیق دے۔ (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

☆☆☆

نظام تعلیم پر حملہ!

اہم موضوع پر خلافت فورم میں مذاکرہ

شرکاء: محمد یاسین خان (مینیجنگ ڈائریکٹر دار ارقم سکولز)	میزبان:
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر واشاعت تنظیم اسلامی)	وسیم احمد

سوال: اس سال ہر صوبہ اپنا اپنا نصاب تعلیم مرتب کر رہا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قیامِ پاکستان سے اب تک تمام تعلیمی بورڈ میں یکساں نصاب تعلیم چلتا رہا ہے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ حکومت کا یہ اقدام موزوں ثابت ہوگا یا نہیں؟

ایوب بیگ مرزا: بدقسمتی سے ہماری حکومتیں خصوصاً موجودہ حکومت بگڑی ہوئی باتوں کو سنوارنے کے بجائے ہمارے جو معاملات کسی حد تک اچھے چل رہے تھے انھیں بھی بگاڑنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہی۔ ہمارا نصاب تعلیم یکساں اور یونیفارم پالیسی کا حامل تھا۔ لیکن جب اٹھارویں ترمیم پاس کی گئی، جسے ہماری حکومت اپنا بہت بڑا کارنامہ گنواتی ہے، اس ترمیم کے تحت نظام تعلیم مکمل طور پر صوبوں کے حوالے کر دیا گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ڈی سنٹرل لائزیشن ایک اچھا عمل ہے لیکن پہلے یہ جانچ لینا چاہیے کہ یہ ہمارے اہداف کے تعین میں نقصان دہ تو نہیں ہوگی۔ ہمارے ہاں ہر بات بغیر کسی پلاننگ کے ہوتی ہے۔ اس وجہ سے صوبہ پختونخوا میں تعلیمی نصاب کے حوالے سے بڑی عجیب وغریب باتیں نظر آئیں گی۔ انھوں نے جو نیا سلیبس بنایا ہے اس میں لگتا ہے قائداعظم کو انھوں نے ملک بدر کر دیا ہے۔ ویسے بھی ہمارے ہاں سرخ پوش طبقہ نے قائداعظم کو اتنی عزت وتکریم کبھی نہیں دی جس کے وہ مستحق ہیں ۔ یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ مشرقی پاکستان کو مغربی پاکستان کی طرف اور مغربی پاکستان کو مشرقی پاکستان کی طرف دکھایا گیا ہے۔ یعنی ایسی غلطیاں کی ہیں جو شاید بچے بھی نہ کریں اور سب سے بڑی غلطی یہ کہ جن چیزوں کا دین اور نظریے سے گہرا تعلق ہے ان کو بھی نکال دیا گیا ہے۔ اگر صوبے اور مرکز ایک پلاننگ کے ساتھ بیٹھ کر یہ طے کرتے کہ نظریے کے حوالے سے جو ہماری سمت متعین ہے اس میں تبدیلی کیے بغیر ہم صوبوں کو اختیار دیں گے کہ وہ اپنا اپنا نظام تعلیم بنائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں تھا۔ کسی تنظیم یا حکومت کی سمت کس طرح معلوم ہوتی ہے؟ میں ایک مثال سے واضح کرتا ہوں۔ ایک مدرسے کے استاد اپنے بچے کو ہر وقت یہ کہتے تھے کہ بیٹا اپنی شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھا کرو، وہ بچہ نہیں مانتا تھا۔ ایک دن اس نے اپنے استاد سے پوچھا کہ کیا سارا دین اسی میں ہے کہ شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھی جائے۔ استاد نے کہا کہ نہیں سارا دین اسی میں نہیں ہے۔ لیکن تم ایک کام کرو، دو انگلیوں سے زمین سے کچھ مٹی اُٹھاؤ۔ اس نے اُٹھائی۔ استاد نے کہا اب اسے چھوڑ دو ۔ بچے نے چھوڑ دیا۔ استاد نے کہا، تم نے کتنا معمولی کام کیا ہے۔ زمین سے مٹی اُٹھائی اور اس کو چھوڑ

> سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد سود ہے۔ اگر آپ بچوں کو یہ بتائیں گے کہ سود لینا دینا اللہ اور اُس کے رسول کے خلاف اعلان جنگ ہے اور ہم سودی معیشت کے خلاف جنگ کریں گے تو عالم کفر کو تکلیف تو ہوگی

دیا۔ لیکن اس سے یہ معلوم ہوگیا کہ ہوا کا رُخ کدھر ہے۔ تو ہمارے ہاں نصاب تعلیم میں تبدیلی کے حوالے سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس وقت ہوا کا رُخ کس طرف جا رہا ہے۔ اگر ڈی سنٹرل لائزیشن ان بنیادوں پر نہ ہوئی جن بنیادوں پر ہونی چاہیے تو یہ کسی طرح مفید نہیں ہوگی۔

سوال: ہماری دینی جماعتیں اس بات پر اعتراض کر رہی ہیں کہ نویں اور دسویں کی اسلامیات میں قرآن کا نصاب نکال کر اس کی جگہ نئے قرآنی نصاب کو شامل کیا گیا ہے۔ یہ اعتراض کیوں کیا جا رہا ہے جبکہ قرآن پاک کا ایک حصہ نکال کر دوسرا حصہ ڈال دیا گیا۔

یاسین خان: یہ سب کچھ ایک پلاننگ کے تحت ہو رہا ہے اور اس کے پیچھے ایک پورا پلان ہے جس کی وجہ سے نصاب میں یہ تبدیلی کی جا رہی ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ مطالعہ پاکستان اور اسلامیات کو ایک کتاب کے اندر لانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ اسلامیات کے نصاب کو ایسا بنانے کی سعی ہو رہی ہے جس سے مغربی ممالک کو راضی کیا جاسکے، اور مطالعہ پاکستان کو تبدیل کر کے انڈیا کو راضی کیا جا رہا ہے۔ اسلامیات میں تین سورتیں شامل تھیں مثلاً سورۃ الانفال مکمل شامل تھی، جس میں جہاد سے متعلق آیات تھیں۔ سورۃ احزاب میں خواتین کے پردے کے مسائل تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں اور آخر میں اہل اقتدار کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے۔ سورۃ الممتحنہ کا آغاز ہی اس بات سے ہو رہا ہے کہ اے اہل ایمان! میرے اور اپنے دشمن کو دوست مت بناؤ۔ بہت ساری قوتوں کو یہ جملہ قطعاً پسند نہیں ہے۔ تو ان چیزوں کو نکالنے کے پس پردہ مخصوص ذہنیت ہے، جس کی وجہ سے محب وطن اور اسلام پسند لوگوں میں گہری تشویش پائی جاتی ہے۔ سورۃ البقرہ اور سورۃ النساء کی جو آیتیں نئے نصاب میں شامل کی گئی ہیں وہ بھی اہم ہیں کہ قرآن حکیم کا حصہ ہیں لیکن سورۃ الانفال کی کچھ آیات کم کر کے انھیں کتاب میں شامل کیا جاسکتا تھا۔ دین کی اساس قرآن ہے۔ ان تین سورتوں کے ذریعے قرآن کا ایک مکمل پیغام جا رہا تھا اور ان میں بین الاقوامی سیاست کے اُصول وضوابط بتائے گئے تھے کہ آپ نے بین الاقوامی سیاست کس طرح کرنی ہے۔ لوگوں کی طرف سے یہ اعتراض بھی آتا ہے کہ اس طرح کی آیات نہ پڑھیں جس کی وجہ سے آپس میں اختلافات پیدا ہوتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کے ایک لفظ کو نہ چھوڑا جا سکتا ہے نہ تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ سورۃ البقرہ میں بھی اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے نبی یہود ونصاریٰ آپ سے راضی نہیں ہوسکتے تاوقتیکہ آپ ان کی ملت میں شامل نہ ہو جائیں۔ (ہمارے ماہرین تعلیم نے یہ سمجھا ہوگا کہ نویں اور دسویں کے طلبہ کا یہ لیول نہیں کہ انٹرنیشنل معاملات کے حوالے سے قرآنی راہنمائی ان کو دی جائے۔ یہ انٹر اور گریجویشن لیول پر دی جاسکتی ہے۔ میزبان) دیکھئے! قوم اپنے نظریے کو آغاز سے لے کر چلتی ہے۔ مطالعہ ٔ پاکستان میں ہمیں آغاز سے بتایا گیا کہ ہم نے یہ ملک لاکھوں افراد کی قربانیاں دے کر حاصل کیا۔ لیکن بدقسمتی سے اس وقت ہماری تاریخ کو تبدیل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ہمیں تبدیلی سائنس اور ٹیکنالوجی کے اندر لانی چاہیے اور اس حوالے سے جو بھی نئی چیزیں ہیں انھیں شامل نصاب کرنا چاہیے۔ اس کی بجائے ان چیزوں کو ختم کیا جا رہا ہے جو ہماری بنیاد اور اساس ہیں اور جن کی وجہ سے ہمارا معاشرہ یکجا ہوسکتا ہے۔

پاکستان اسلام اور اپنی تاریخ کی بنیاد پر اکٹھا رہ سکتا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ جن لوگوں نے یہ کتابیں لکھی ہیں ان کا اپنا نظریہ بھی یہ ہے۔ یہ ہدایات ان کو کہیں سے ملی ہیں۔ یہ کہاں سے ملی ہیں، اس کو دیکھنا تو اربابِ اختیار کی ذمہ داری ہے۔

ایوب بیگ مرزا: آپ نے پاکستانیت کی بات کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاید قوم صرف پاکستان پر بھی متحد نہیں ہوسکتی۔ اس لیے کہ پاکستان کو بھی متحد کرنے کے لیے کوئی نظریہ چاہیے۔ ہمارا سیکولر طبقہ پاکستان کی بنیاد کبھی

> **پاکستان کی بنیاد ایک نظریہ تھا۔ وہ نظریۂ اسلام ہے۔ اسلام کی زبان عربی ہے لٰہذا عربی کو اِس ملک میں رائج کیا جانا چاہیے**

اُردو کو بنانے کی کوشش کرتا ہے اور کبھی دریائے سندھ کو، لیکن پاکستان کی بنیاد اس نظریے پر ہے جس پر پاکستان قائم ہوا تھا، یعنی پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ۔ لٰہذا پاکستانیت کی بنیاد تب بن سکتی ہے جب ہم یہ تسلیم کرلیں کہ خود پاکستان کی بنیاد کس پر ہے۔

یابسین خان: پاکستان اور اسلام کو الگ نہیں کیا جاسکتا۔ پاکستان کی اساس ''پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ'' والا نعرہ تھا جو پورے برصغیر کے اندر انتہائی بلند آواز کے ساتھ گونج رہا تھا۔ پاکستان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک یہاں پر لا الہ الا اللہ والا نظام نہ آ جائے۔ اسلام اور پاکستان کو ہم علیحدہ نہیں کر سکتے اور جو لوگ ایسا کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اسلام اور پاکستان کے دشمن ہیں۔

سوال: (مرزا ایوب بیگ سے) یابسین صاحب کے مطابق نصابِ تعلیم میں جو تبدیلیاں کی جارہی ہیں یہ کوئی بیرونی ایجنڈا ہے۔ آپ یہ بتائیے کہ عالم کفر کو کیا مسئلہ ہے کہ ہم اپنے نصاب میں قرآن پاک کا کوئی حصہ شامل کریں یا نکال دیں؟

ایوب بیگ مرزا: انھیں بہت بڑا مسئلہ ہے۔ تاریخی لحاظ سے میں بتاتا ہوں کہ جنگِ عظیم دوم میں جب برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کو فتح حاصل ہوئی اور جاپان کو شکست ہوئی تو اتحادیوں نے جاپان سے تمام معاملات طے کیے چونکہ جاپانی سرنڈر کر چکے تھے اور شہنشائے جاپان ان کی ہر بات مان رہے تھے، لیکن جب نظام تعلیم کی بات آئی تو انھوں نے کہا اگر آپ نے ہمارے نظام تعلیم میں کوئی تبدیلی کرنے کی کوشش کی تو ہم اس سرنڈر کے باوجود اپنی شکست قبول نہیں کریں گے۔ اس پر انھیں بے تحاشا تاوان دینا پڑا، لیکن انھوں نے اپنا نظام تعلیم نہیں بدلنے دیا۔ ہمارے سلیبس میں جو تبدیلیاں کی جارہی ہیں اس کے پیچھے سازش یہ ہے کہ بات نظریات کی بنیاد پر لڑنے اور نظام کی تبدیلی پر آئے ہی نہ، بلکہ بات صرف چند اخلاقی چیزوں پر آجائے۔ موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد سود ہے اور اس کو جمہوریت نے تحفظ دیا ہوا ہے۔ اس سود کی بنیاد پر سرمایہ داروں کا سرمایہ بڑھتا چلا جارہا ہے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ سود لینا اور دینا اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرنے کے مترادف ہے، اور جو سودی لین دین کریں گے ہم ان سے جنگ کریں گے تو پھر عالم کفر کو ضرور مسئلہ ہوگا، لہٰذا جو خیالات اور چیزیں آپ بچوں کے ذہنوں میں بٹھائیں گے انہی کے مطابق ان کا کردار مستقبل میں بنے گا۔ آج اگر ہم سلیبس کے ذریعے طلبہ وطالبات کو یہ درس دیں کہ ہم نے غلط اور ناجائز چیز کو کبھی قبول نہیں کرنا اور اپنے نظریات سے پیچھے نہیں ہٹنا، چاہے ہمیں اس کے لیے جان دینی پڑ جائے تو پھر آپ کبھی کسی غیر قوم کے غلام نہیں رہ سکتے۔ عالم کفر کا آج جو پروگرام ہے اس کا یہ اعلان ہے کہ نیو ورلڈ آرڈر دراصل ون گورنمنٹ آرڈر ہے۔ یعنی دنیا میں ایک حکومت ہوگی اور جو لوگ اس حکومت کے نظریے کو قبول نہیں کریں گے ان کے نظریات کو بدلنا پڑے گا۔ لہٰذا جہاد وقتال کی آیات کو ہمارے نصاب سے انہی مقاصد کے پیش نظر نکالا جا رہا ہے۔ یابسین صاحب نے سورۃ النساء کی آیات کے بارے میں درست فرمایا ہے کہ انھیں پرانے نصاب میں سمویا جا سکتا تھا۔ کیونکہ قرآن پاک کا ہر لفظ ہمارے لیے مقدس اور ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے لیکن ہمیں دیکھنا ہے کہ اس وقت ان کی نیت کیا ہے۔ عالم کفر کے ایجنٹ شیطانی ایجنڈے کو آگے بڑھا رہے ہیں اور بچوں کے ذہنوں میں یہ بات اُتار رہے ہیں کہ جہاد وقتال سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔

> **اسلامیات کے نصاب میں تبدیلی کے ذریعے مغربی ممالک جبکہ مطالعہ پاکستان کے نصاب میں تبدیلیاں کر کے انڈیا کو راضی کیا جارہا ہے**

سوال: ہمارے معاشرے میں انگلش میڈیم سکولوں کی طرف رجحان جنون کی حد تک بڑھ گیا ہے۔ ہر غریب سے غریب آدمی کی بھی خواہش ہوتی ہے کہ میرا بچہ انگلش میڈیم سکول میں پڑھ لے۔ آپ یہ بتائیں کہ کیا سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی صرف انگلش کی مرہون منت ہے؟

یابسین خان: اس کے ذمہ دار ہمارے اربابِ اختیار ہیں۔ چین میں ساری کی ساری میڈیکل اصطلاحات مقامی زبان میں تبدیل ہوچکی ہیں۔ اسی طرح انڈیا اور افغانستان سمیت کئی دوسرے ممالک میں بھی ایسا ہی ہے۔ لیکن ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نے اُردو سائنس بورڈ بنایا اور ایک وقت میں اس میں بڑا اچھا کام بھی ہوا لیکن بدقسمتی سے ایک سٹیج پر یہ کام رُک گیا۔ نیتجتاً ہمیں مجبوراً انگلش کی طرف لوٹنا پڑا۔ ہم مجبور اس طرح ہوئے کہ جب ہمارے بچے ایف ایس سی میں جاتے ہیں تو وہاں ساری کی ساری اصطلاحات انگلش میں ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے اُردو میڈیم سکولوں کے بچوں کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بنیادی تعلیم قومی زبان میں ہونی چاہیے تھی لیکن ہم نے اس کے لیے کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں کیا۔ خاص طور پر پنجاب میں کوئی انتظام نہیں ہوا۔ کم ازکم پرائمری تک پنجابی میں کچھ چیزیں لازماً شامل ہونی چاہیے تھیں۔ عربی کو آٹھویں تک لازمی مضمون کے طور پر شامل کیا گیا تھا لیکن اسے بہت سارے لوگوں نے اپنے مزاج کے اعتبار سے قبول نہیں کیا۔ مسئلہ یہ ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ساری اصطلاحات انگلش میں ہیں، جس کی وجہ سے ساری دنیا کو مجبوراً انگلش کے پیچھے جانا پڑ رہا ہے۔ لیکن کیا ہم نے انگلش زبان کو سیکھنا ہے یا اس کے مزاج، اور اس کی تمام چیزوں کو لازماً اپنانا اور اختیار بھی کرنا ہے۔ یہ دو مختلف چیزیں ہیں۔

ایوب بیگ مرزا: انھوں نے بالکل درست فرمایا ہے کسی قوم کی زبان سیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ میں اس حوالے سے ایک تاریخی واقعہ آپ کو سناتا ہوں۔ آج سے 40، 50 سال پہلے ایک امریکی لیڈر (صدر یا نائب صدر) چین گئے۔ وہاں چو این لائی سے ان کی ملاقات ہوئی۔ بیچ میں مترجم تھا۔ امریکی لیڈر انگریزی میں بات کرتے تھے اور وہ چائنیز میں بات کرتے تھے۔ ایک موقع پر چو این لائی نے مترجم کو ٹوک کر کہا کہ تم نے غلط ترجمہ کیا ہے، میں نے یہ نہیں کہا بلکہ یہ کہا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ یہی نا کہ چو این لائی اپنی زبان میں بات کرنا چاہتے تھے۔ انگریزی انہیں آتی تھی لیکن وہ نہیں چاہتے تھے کہ میں دوسرے مہمان کے سامنے اس کی زبان میں بات کروں۔ آپ نے نوٹ کیا ہوگا کہ عرب امریکی یا مغرب کی غلامی کے حوالے سے ہم سے بہت آگے ہیں، لیکن چونکہ انھوں نے اپنی زبان کو نہیں چھوڑا، اس لیے ان کے کلچر پر اس قدر منفی اثرات نہیں آئے

جتنے ہمارے ہاں آئے ہیں۔ ہمارے ہاں تو ٹائی سوٹ پہننے والا آدمی پڑھا لکھا اور شلوار قمیص پہننے والا ان پڑھ کہلاتا ہے۔

سوال: قومی زبان کے حوالے سے ہمارے ہاں کیا جھگڑا ہے۔ اُردو کو قومی زبان کیوں نہیں قرار دیا جا رہا؟

ایوب بیگ مرزا: یہ جھگڑا نیا نہیں ہے۔ سٹیٹ بینک کے پہلے گورنر زاہد حسین اور پرنس کریم کے نانا آغا خان دونوں نے قائداعظم کو ایک تجویز دی تھی کہ پاکستان بناتے ہی عربی کو قومی زبان قرار دے کر اس کی تعلیم لازمی قرار دی جائے تو دس سال میں لوگ اس قابل ہو جائیں گے کہ عربی میں گفتگو کریں۔ قائداعظم اس بارے میں سوچ رہے تھے لیکن انھیں موقع ہی نہیں ملا۔ میرے خیال میں اگر ایسا ہو جاتا تو اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا کہ کبھی بنگلہ دیش نہ بنتا۔ کیونکہ بنگلہ دیش بننے کی بنیادی وجہ زبان تھی۔ 1948ء میں جب قائداعظم ڈھاکہ گئے تو ان کے خلاف ڈھاکہ ائیرپورٹ پر نعرے لگے، اس لیے کہ انھوں نے کہا تھا کہ پاکستان کی قومی زبان اُردو ہوگی۔ پاکستان کی بنیاد ایک نظریے پر تھی اور وہ نظریہ اسلام تھا اور اسلام کی زبان عربی ہے۔ اگر عربی بطور قومی زبان کے آجاتی تو کسی نے یہ نہیں کہنا تھا کہ یہ کسی صوبے کی زبان ہے۔ بنگالیوں کے سامنے اُردو کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی، کیونکہ بنگالی زبان کی بڑی وسیع بنیادیں ہیں۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ جب ہماری بنیاد واقعتاً اسلام تھی تو عربی کو مرکزی زبان قرار دیا جاتا اور تمام صوبوں کو اجازت دے دی جاتی کہ وہ اپنی اپنی زبانوں کو ترقی دیں۔ کیونکہ مرکزی زبان ایسی ہونی چاہیے جس کے بارے میں کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ یہ تو ہماری نہیں ہے۔

یاسین خان: اُردو اس وقت باقاعدہ ایک زبان کی حیثیت اختیار کر چکی ہے اور دنیا کے وسیع ترین علاقے میں سمجھی جاتی ہے۔ کابل میں رہنے والا آدمی بھی اُردو اسی طرح سمجھتا ہے جس طرح بلوچستان میں رہنے والا شخص سمجھتا ہے۔ انڈیا میں مسلمان سو فیصد اُردو بولتے ہیں اور ہندو اور مسلمان آپس میں اُردو بولتے ہیں اور جس ہندوانہ کلچر کی ہم پر سب سے بڑی یلغار ہوئی ہے جس کی وجہ سے ہمارا کلچر متاثر ہوا ہے، اس کی بھی ایک وجہ اُردو زبان ہے۔ انڈیا میں جتنی فلمیں بنی ہیں وہ ساری کی ساری اُردو زبان میں بنائی گئی ہیں۔ لوگوں کے درمیان گفتگو کے لحاظ سے انگلش چوٹی پر ہے کیونکہ وہ پوری دنیا میں بولی جاتی ہے۔ لیکن اگر آپ علاقائی زبانوں میں دیکھیں تو اُردو ایک ایسی زبان ہے جو بہت وسیع علاقے میں بولی جا رہی ہے۔ بیگ صاحب کی یہ بات ٹھیک ہے کہ اگر ہم اس کو پہلے کسی وقت میں رائج کر لیتے تو یہ اس طرح سے ہو جاتا۔ لیکن اب ہمارے حالات یہ ہیں کہ کوئی بھی اپنے موقف سے پیچھے ہٹنے کے لیے تیار نہیں ہوگا۔

سوال: قائداعظم کے بارے میں آپ نے بتایا کہ وہ بنگلہ دیش گئے تو ان کے خلاف مظاہرہ کیا گیا، کیونکہ انھوں نے اُردو کو قومی زبان قرار دینے کی بات کی تھی۔ اُردو کا خمیازہ ہمیں بنگلہ دیش کی صورت میں بھگتنا پڑا ہے۔ اس وقت انگلش اگر چل رہی ہے تو اس پر کیا اعتراض ہے۔ عربی تو آپ ویسے بھی قیام پاکستان سے آج تک لے کر چلے ہی نہیں؟

ایوب بیگ مرزا: میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ اُردو کو چھوڑ کر عربی کو اپنا لیجیے۔ اب یہ کیا جا سکتا ہے کہ اُردو کو ایک رابطے کی زبان بنا دیا جائے، کیونکہ سب پاکستانی اُردو کم از کم سمجھتے ہیں لیکن کسی صوبے کو اس طرح کہنا کہ تم اُردو کو اس طرح اپنا لو جس طرح پنجاب نے اپنائی ہے تو یہ اُس کے لیے مشکل ہوگا۔ اب ہمارے پاس کوئی راستہ ہی نہیں ہے کہ ہم مرکزی زبان اُردو کو بنائیں۔ اگرچہ اس خطے میں اُردو بہت زیادہ سمجھی اور بولی جاتی ہے، لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ عالمی سطح پر اس کی یہ حیثیت ہے۔

انٹری ٹیسٹ کا انعقاد اپنے نظام تعلیم پر بداعتمادی ظاہر کرتا ہے۔
ایک نظام تعلیم اور نصاب تعلیم پورے ملک میں پوری قوت سے رائج کیا جائے

یاسین خان: میں نے برصغیر پاک و ہند کے حوالے سے کہا تھا کہ یہاں پر اُردو بہت زیادہ بولی اور سمجھی جاتی ہے کیونکہ دنیا کی ایک تہائی آبادی برصغیر پاک و ہند اور سارک ممالک کی ہے۔ یہاں پر آپ جس علاقے میں چلے جائیں اُردو میں بات کر سکتے ہیں۔ آپ وہاں پر انگلش میں بات کریں تو انھیں سمجھ نہیں آئے گی۔ لیکن اگر آپ اُردو میں بات کریں تو وہ سمجھ لیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اقوام جب فیصلہ کرتی ہیں، تو اس سے ری ٹریٹ کرنے سے پہلے بہت کچھ سوچنا پڑتا ہے۔ آپ نے جب یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اُردو ہماری زبان ہونی چاہیے تو یہ ہونی چاہیے تھی۔ اگر آپ نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ہماری اساس لا الہ الا اللہ ہونی چاہیے تو وہ ہونی چاہیے تھی۔

سوال: کیا ہمارا نصاب تعلیم یکساں نہیں ہونا چاہیے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ تمام تعلیمی اداروں میں ایک جیسا نصاب تعلیم ہو تو اس کے کیا اثرات ہوں گے، آپ دینی حوالے سے اس کو کیسا دیکھتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے اور یہ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ کے نعرے پر حاصل کیا گیا تھا۔ ہم نظریاتی ریاست ہیں۔ ہم مسلمانوں کو تو پہلے دن سے ہی بتایا گیا۔ ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝﴾ ہمارا تو آغاز ہی اِقْرَاْ سے کیا گیا۔ اس سے آپ دو چیزیں اخذ کر سکتے ہیں۔ ایک علم کی اہمیت اور دوسرا علم کا رُخ۔ یہ دونوں چیزیں اہم ہیں۔ یقیناً یہ ایک غیر متنازع شے ہے کہ علم حاصل کرنا چاہیے۔ اصل چیز یہ ہے کہ انسانوں کو کیسا علم حاصل کرنا چاہیے۔ میں ارباب اختیار کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے۔ لہٰذا وہ طلبہ کی بنیادیں مستحکم کرنے کے لیے اس نظریے کے حوالے سے تعلیم دیں، تا کہ وہ نظریہ ان کے اندر مستحکم ہو اور وہ جان جائیں کہ یہ علم حاصل کرنے کا نتیجہ کیا ہونا چاہیے۔ ہمارا کردار کیسا بننا چاہیے۔ ہمیں دنیا کے سامنے کیسا نظر آنا چاہیے۔ اس کا پورا نقشہ ہمارے قرآن اور حدیث میں موجود ہے۔ لہٰذا ہمارے نظام تعلیم کو وضع کرتے وقت یہ دیکھنا ہوگا کہ قرآن اور حدیث کے مطابق تعلیم کی روح کیا ہے، اللہ اور رسولؐ چاہتے کیا ہیں۔ اس کی بنیاد پر نظام تعلیم بنانا چاہیے۔

یاسین خان: میں عرض کروں گا کہ ہمارا پچھلا نظام تعلیم جو چل رہا ہے، اس میں دو چیزیں ہیں۔ ایک بات یکساں نصاب کی ہے اور دوسری یکساں نظام تعلیم کی ہے۔ یکساں نصاب کے حوالے سے میں یہ کہوں گا کہ ہمارے ٹیکسٹ بک بورڈ نے اسلامیات اور مطالعہ پاکستان کی کتابیں بنائی تھیں وہ آئیڈیل کتابیں تھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ان کو جاری رکھا جائے تو بہت اچھی بات ہوگی۔ لیکن مشکل یہ آ رہی ہے کہ ہمارا نظام تعلیم ایک نہیں ہے۔ یہاں پر طبقات ہیں اور طبقات کی پوزیشن یہ ہے کہ ایک بچہ ''اولیول'' کر رہا ہے، ایک ٹیکسٹ بک بورڈ کو Follow کر رہا ہے۔ اس کی وجہ سے بنیاد سے ہی دو کیٹیگریز پروان چڑھ رہی ہیں۔ ان کو روکنے کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ ایک نصاب اور ایک نظام تعلیم پورے ملک میں پوری قوت کے ساتھ نافذ کیا جائے۔

☆☆☆

(قارئین! اس پروگرام کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی آفیشل ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر خلافت فورم کے عنوان سے اور
Youtube.com/khilfatforum
پر دیکھی جا سکتی ہے۔ مرتب: وسیم احمد)

☆☆☆

''اسلام: ملک کے مسائل کا واحد حل''

مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ مدظلہ
شیخ الحدیث جامعہ حقانیہ، اکوڑہ خٹک

انجمن خدام القرآن خیبر پختونخوا کے زیر اہتمام 20 فروری 2012ء کو جلیم بینکویٹ ہال پشاور میں جلسہ سیرت النبیؐ کا اہتمام کیا گیا۔ اس جلسہ کے مہمان خصوصی امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید تھے جنہوں نے ''رحمۃ للعالمین ﷺ کی امت آج رحمت سے محروم کیوں؟'' کے موضوع پر خطاب فرمایا جبکہ صدر مجلس ممتاز عالم دین مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ (شیخ الحدیث جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک) تھے۔ پروگرام کے اختتام پر ڈاکٹر صاحب نے جو صدارتی خطبہ ارشاد فرمایا، اُس میں نظریۂ پاکستان اور ملک میں اسلام کی موجودہ صورتحال پر اظہار خیال کیا۔ اُن کا یہ ایمان افروز خطاب ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

﴿الٓمّٓ ۝١ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝٢﴾ (البقرہ)

مولانا حافظ عاکف سعید دامت برکاتہ، نے ہمیں جواہر اور قرآنی اصول وضوابط سے روشناس کیا۔ ماشاء اللہ انہوں نے اس موضوع پر بہت اچھے انداز سے سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ مجھے اس سے حد درجہ خوشی ہوئی ہے۔ الولد سر لابیہ۔ ان کے والد بزرگوار (ڈاکٹر اسرار احمد) کے لیے دل سے دعا نکلتی ہے کہ نور اللہ مرقدہ واعلی اللہ درجاتہ فی جنت الفردوس۔ یہ بالکل انہی کا فیض ہے۔ یقیناً ہم نے اسلام راستہ چھوڑ دیا ہے، جس کی وجہ سے آج مختلف مسائل اور آلام میں پھنسے ہوئے ہیں۔ میں زیادہ تفصیلی بیان مناسب نہیں سمجھتا، کیونکہ انہوں نے جو باتیں کی ہیں وہ کافی ہیں، صرف چند گزارشات پر اکتفا کرتا ہوں۔

پاکستان ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کے مقدس کلمہ کی برکت سے معرض وجود میں آیا۔ آج کے نوجوانوں کو یہ معلوم نہیں ہے۔ یہ بات ان سے جا کر پوچھیے جن کی عمر کم از کم 75'80 سال ہو۔ نوجوان کہتے ہیں کہ پاکستان اسلام کے لیے نہیں بنا۔ ہمارے بعض وزراء بھی یہی یہ کہتے ہیں کہ پاکستان اسلام کے لیے نہیں بنا۔ میں کہتا ہوں کہ آپ اس وقت دنیا میں آئے بھی نہیں تھے۔ آپ کو یہ تاریخی حقیقت جھٹلانے کا حق کس نے دیا؟ ہم خود اس وقت نوجوانوں کا جلوس نکالتے تھے، اور یہ نعرہ لگایا کرتے تھے کہ ''پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ''۔ یہ ملک اللہ نے ہمیں اس مقدس کلمے کی بدولت عطا کیا۔

جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو کراچی میں سب سے پہلے اسلام اور پاکستان کا جھنڈا شیخ التفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی نے اور ڈھاکہ میں مولانا ظفر عثمانی نے لہرایا اور مولانا فرط جذبات سے رو رہے تھے کہ الحمدللہ، اللہ نے مسلمانوں کی قربانیاں قبول فرمائیں، اور اس نے ہمیں ایک مستقل خطۂ زمین دے دیا ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی نے مزید فرمایا تھا کہ اب اس ملک میں خالص اسلامی نظام ہوگا، قرآنی نظام ہوگا، خلافت راشدہ کا نظام ہوگا اور کافر لوگ بھی اسلام کی عدالت، غریب پروری اور ہمدردی دیکھ کر مسلمان ہوں گے۔ انہوں نے فوج اور پولیس دونوں کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ اب اس ملک میں خالص اسلامی نظام ہوگا۔ مگر آج وہ اسلامی نظام کہاں ہے۔ کاش، اگر انہی خطوط پر ہمارا ملک چلتا جو اکابرین نے طے کیے تھے تو واللہ العظیم آج ہمارا ملک روئے زمین پر اسلام کا ایک عظیم قلعہ ہوتا۔

اس ملک کے لیے لاکھوں انسانوں نے قربانیاں دیں اور خون کی ندیاں بہائیں۔ ہماری مسلمان عورتیں ہندوؤں اور سکھوں کے گھروں میں آج بھی موجود ہیں۔ ان ظالم سکھوں نے ان مسلمان عورتوں کو انتہائی بے دردی کے ساتھ قتل کیا، اور جو ان کے گھروں میں ہیں ان کے پاخانے صاف کر رہی ہیں۔ وہ بے چاری ہماری مائیں بہنیں اسی انتظار میں تھیں کہ کوئی خالد بن ولیدؓ جیسا کمانڈر آئے گا، کوئی محمد بن قاسمؒ آئے گا اور ہمیں ہندوؤں کے گھروں سے نکال کر اپنے گھروں میں پہنچائے گا۔ مگر وہ بے چاری یہی حسرتیں لیے قبروں میں چلی گئیں۔

یہ ملک دینی جذبے سے دی گئی قربانیوں سے حاصل ہوا ہے اور آج یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ اسلام کے لیے نہیں بنا۔ انگریز کے پروردہ یہ لوگ بظاہر مسلمان ہیں لیکن ان کے دل یہود ونصاریٰ سے بھی بدتر ہیں۔ آپ ان کو الحمد سے والناس تک قرآن سنائیں، بخاری شریف سنائیں، وہ آپ کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے، اور اگر کہہ دیں کہ لارڈ میکالے نے یہ کہا تھا تو یہ فوراً متوجہ ہو جائیں گے۔ یہ لوگ آکسفورڈ یونیورسٹی سے فارغ ہو کر یہاں آتے ہیں تو وہی ذہن لے کر آتے ہیں۔ ایک شخص آکسفورڈ یونیورسٹی سے پڑھ کر آیا ہوا تھا۔ اُس نے ایک بوڑھے شخص سے جو قرآن کی تلاوت کر رہا تھا کہا، بابا آپ کو قرآن کا ترجمہ آتا ہے۔ بابا جی نے کہا نہیں۔ کہنے لگا، پھر قرآن پڑھنے کا کیا فائدہ ہے۔ یعنی آپ کو قرآن کا ترجمہ نہیں آتا تو بے سمجھے تلاوت کا کوئی فائدہ نہیں، اِسے بھی چھوڑ دو۔ میں نے اُس سے کہا، دیکھو، مسلمان نے قرآن کا ترجمہ وتفسیر تو خود ہی چھوڑ دیا ہے، اب کیا تم اُسے تلاوت سے بھی روکتے ہو۔ دیکھو، قرآن وہ کتاب ہے کہ بے سمجھے اُس کی تلاوت کرنے سے بھی اس کے ہر ہر حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ امام احمد بن حنبل ؒ کی خواب میں رب العالمین کے ساتھ ملاقات ہوئی تو پوچھا، یارب، آپ کو اعمال میں کون سا عمل زیادہ محبوب ہے۔ اللہ نے فرمایا، میری کتاب کی تلاوت۔ امام احمدؒ نے استفسار کیا "بفھم او بغیر فھم" (تلاوت سمجھ کر یا بے سمجھے)۔ اللہ نے فرمایا "بفھم او بغیر فھم" (تلاوت خواہ سمجھ کر ہو یا بے سمجھے، دونوں صورتوں میں مجھے پسند ہے)۔ تو میں عرض کر رہا ہوں کہ یہ ملک ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کے مقدس کلمہ کی بدولت اللہ نے ہمیں عطا کیا ہے اور آج لوگ اس ملک میں امریکی نظام چاہتے ہیں، انگریزوں کا نظام چاہتے ہیں۔ اسی لیے ہم پر یہ مصیبتیں نازل ہوئی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ تو رحمت للعالمین ہیں، لیکن ہم

رحمت کے قابل نہیں ہیں۔ یہ تو اللہ کا احسان عظیم ہے کہ ہم پر اوپر سے پتھروں کی بارش نہیں ہوتی یا زلزلے اور طوفانوں سے اللہ ہمیں غرق نہیں کرتا، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے قرآنی تعلیمات کو ترک کر کے شریعت سے روگردانی میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ اگر قیام پاکستان کے وقت ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں قرآنی تعلیمات اور احادیث کے علوم لازمی ہوتے تو آج ملک کا نقشہ بالکل تبدیل ہوتا۔ آج یہ لوگ انگریزی پر فخر کرتے ہیں۔ انگریزی سکولوں میں، عیسائیوں کے سکولوں میں پڑھتے ہیں اور وہاں جا کر عیسائیوں اور یہودیوں کی گود میں پلتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان کو قل ھو اللّٰہ احد بھی نہیں آتی۔ ہمارا وزیر داخلہ ''انعام'' کا حقدار ہے کہ کابینہ کے اجلاس میں سورۂ اخلاص بھی نہ سنا سکا، جبکہ ہمارے اکوڑہ خٹک کے ہندوؤں کو بھی قرآن کی یہ آخری سورتیں زبانی یاد ہوتی ہیں۔ دراصل ہم نے خود اپنے ملک کو خراب کیا۔ ایک شخص نے مجھے بتایا کہ وہ پشاور سے لاہور جا رہا تھا۔ تمام راستے میں گاڑی میں پشتو کا ایک ڈراما لگا ہوا تھا۔ ڈراما میں یہ دکھایا جا رہا تھا کہ ایک نوجوان کیسے اپنی چچا کی بیٹی کو اغوا کرتا ہے اور پھر کیسے لڑکی والے اس کے پیچھے گھوم پھر کر اُسے قتل کرتے ہیں۔ پورے سفر میں لاہور تک قتل و قتال اور ڈانس گانا ہوتا رہا۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ یہی نا کہ نوجوانوں کو یہ تعلیم دی جا رہی ہے کہ کیسے اپنی چچا زاد، اپنی ماموں زاد بیٹی کو گھر سے نکالو اور وہ لوگ اس کو کیسے قتل کریں گے۔ کیا یہ ہمارے ملک کا کلچر تھا؟ کیا اِس کے لیے ہم نے یہ ملک بنایا تھا؟

بھائیو، میں نے آپ کے سامنے سورۃ البقرہ کی جو ابتدائی آیات تلاوت کی ہیں، اُن میں اللہ فرماتا ہے:

﴿الٓمّٓ ﴿١﴾ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٢﴾﴾

''الم، یہ وہ کتاب ہے، جس میں کوئی شک نہیں۔ یہ ہدایت ہے متقین کے لیے۔''

یعنی کتاب تو بس یہی کتاب ہے۔ جو ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ آسمان کے نیچے کرۂ ارضی پر یہی آسمانی کتاب اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ تورات، انجیل، زبور کہیں بھی اصلی شکل میں موجود نہیں ہیں۔ یہ کتاب لاریب فیہ ہے۔ یہاں ''ریب'' نکرہ ہے اور نفی کے سیاق میں آیا ہے۔ گرائمر کا اصول ہے کہ جب نکرہ سیاق نفی میں ہو، تو اس میں عموم ہوتا ہے۔ لہٰذا مطلب یہ ہوگا کہ اس کتاب میں کسی قسم کا کسی وجہ سے کسی زمان میں، کسی مکان میں ذرہ برابر شک نہیں۔ اس کے زبر، اس کے زیر، اس کے پیش، اس کے مد سب معلوم ہیں کہ سارے قرآن میں کتنے زبر ہیں، کتنے زیر ہیں، کتنے شد ہیں، کتنے مد ہیں، الف کتنی تعداد میں ہیں، میم کی کتنی تعداد ہیں۔ یہ سب لاریب فیہ ہیں۔ اس کا بھیجنے والا رب العالمین اور لانے والے جبرئیل امین اور لینے والے رحمۃ للعالمینؐ ہیں۔ رب العالمین وہ ہے جس کے قبضۂ قدرت میں تمام کائنات ہے اور لانے والا جبرائیل امین ہے، جس کی تعریف میں رب العالمین فرماتے ہیں: ﴿ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ ﴿٢٠﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ﴿٢١﴾﴾ (التکویر) قوت والا فرشتہ ہے۔ صاحب عرش کے ہاں اس کا بڑا رتبہ ہے اور مطاع ہے یعنی سب فرشتے اس کے مطیع ہیں اور امین ہے۔ اُس نے وحی پہنچانے میں ایک زیر زبر کی کمی نہیں کی۔ اُس کی قوت کتنی ہے۔ اُس کا اندازہ کیجئے کہ سدوم کے علاقے کو جبرئیل امین نے ایک پَر کے ساتھ اُٹھایا۔ قرآن میں ہے کہ اللہ نے لوط علیہ السلام کو حکم دیا کہ صبح سویرے نکلو کہ لوگوں پر عذاب آنے والا ہے۔ ﴿اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ﴿٨١﴾﴾ (ہود) (کیا صبح کا وقت قریب نہیں ہے)...... پیغمبر چند ساتھیوں کو لے کر نکل گئے تو عین صبح کے وقت فرشتے نے زمین کی تمام سطح کو اس کے اوپر کر دیا۔ جَعَلْنَا عَالِیَھَا سَافِلَھَا۔ اوپر سے اُلٹا کر دیا۔ یہ زمین کتنی ہے۔ میں وہاں گیا ہوں۔ یہ پچاس میل چوڑی ہے اور پچاس میل لمبی ہے۔ یہ پشاور سے اٹک کے فاصلہ سے بھی زیادہ ہے۔ اتنی زمین کو فرشتہ نے اوپر لے جا کر الٹا دیا۔ اس زمین میں کتنے خزانے دفن ہیں، کتنے لوگ اور حیوانات ہیں، مگر اس فرشتہ نے ایک پَر کے ذریعے اُٹھایا۔ اور جبرائیل امین کے 600 پَر ہیں۔ فرشتہ کو حکم ملتا ہے کہ پہاڑوں کو ہلا دو تو معمولی جنبش سے مظفر آباد، بٹگرام کو تہہ و بالا کر دیتا ہے۔ اس عظیم الشان فرشتے نے یہ کتاب حضرت محمد ﷺ پر اتاری۔ یہ لاریب فیہ کتاب ہے اور دلیل کیا ہے؟ ھدی للمتقین۔ اس انقلابی کتاب نے متقین کی ایک عظیم جماعت تیار کی ہے، جن کے نام لینے کے بعد ہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہتے ہیں۔ ایسی انقلابی کتاب ہمارے پاس موجود ہے، مگر افسوس کہ ہمارے کالج اور ہماری یونیورسٹیاں اس کے نور سے محروم ہیں۔ کاش، ایک سپاہی کو عہدہ تب ملتا جب وہ کم از کم قرآن کے دس پاروں کا حافظ ہوتا اور اس کے معانی و مطالب کو سمجھ لیتا۔ پھر آپ اس ملک کا نظام دیکھتے۔

حافظ عاکف سعید نے طالبان کے دور اور اُن کے قائم کردہ اسلامی نظام کا ذکر کیا۔ بلاشبہ طالبان نے پانچ سالہ دور حکومت میں جو نظام قائم کیا وہ قرآن و حدیث کا نظام تھا۔ اِس نظام کے پانچ سالہ دور میں میرے خیال میں دس چوروں کے بھی ہاتھ نہیں کاٹے گئے ہوں گے۔ کیوں؟ اِس لیے کہ جب چور پر چوری ثابت ہو جاتی تو سب لوگوں کے سامنے اس کے ہاتھ کاٹ دیے جاتے تھے۔ چنانچہ جرم کی سخت سزا دیکھ کر چوروں نے چوریاں چھوڑ دیں۔ اگر کوئی باپ دادا سے چور آیا ہوتا تو وہ پہلے اپنے ہاتھ سے مشورہ کرتا تھا کہ میرے ساتھ رہتے ہو یا پھر تمہیں گردیز یا غزنی میں لٹکا دیا جائے۔ اِسی طرح چند قاتلوں سے قصاص لیا گیا اور قتل کی گھناؤنی وارداتیں رُک گئیں اور زندگیاں محفوظ ہوگئیں۔ کابل کی عورتوں کو طالب علموں نے برقعے پہنائے کہ آپ ہماری مائیں، بہنیں ہیں۔ آپ بغیر برقعہ پہنے کیوں نکلتی ہیں۔ طالبان کے پانچ سالہ دور میں دنیا نے ان علاقوں میں، جہاں طالبان کی حکومت تھی، خلافت راشدہ کا نمونہ دیکھ لیا۔ ہمارے حکمران بھی اگر اس ملک کو بچانا چاہتے ہیں تو اس کا ایک ہی راستہ ہے کہ وہ اس ملک میں اسلامی نظام قائم کریں۔ اسلام کے بغیر یہ ملک نہیں بچے گا۔ یہ روز بروز تباہی کی طرف جا رہا ہے۔ اسلام ہی اس کے مسائل کا واحد حل ہے۔

اسلام سے پہلے، رحمۃ للعالمینؐ کی بعثت اور قرآن کے نزول سے پہلے سرزمین عرب میں جاہلیت کا دور دورہ تھا۔ لوگ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ خانہ کعبہ کے اندر تین سو ساٹھ بت دھرے تھے۔ بتوں کی پرستش کی جاتی تھی۔ چوری، ڈاکہ، زنا جیسے جرائم عام تھے، لیکن قرآن حکیم نے ان لوگوں کو متقین بنا دیا۔ ایک ایک خلیفہ کو اگر آپ دیکھیں گے تو حیران ہوں گے کہ اسلام نے کیسے خلفاء، کیسے حکام پیدا کیے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو بائیس لاکھ مربع میل کے خلیفہ ہیں، تقریر کر رہے ہیں اِس دوران ایک آدمی کہتا ہے، خاموش ہو جاؤ واللّٰہ لا نسمع ولا نطیع ''خدا کی قسم! ہم آپ کی بات نہیں سنتے اور نہیں مانتے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہنسنے لگتے ہیں اور فرماتے ہیں، لم یا اخ العرب؟ کیوں

بھائی، وجہ کیا ہے؟ آدمی کہتا ہے، آپ نے جو قمیص زیب تن کی ہے وہ کہاں سے حاصل کی ہے۔ اس لیے کہ بیت المال سے جو کپڑا تقسیم ہوا ہے اُس سے اتنا لمبا کرتہ نہیں بنتا۔ حضرت عمرؓ ہنستے ہیں اور اپنے بیٹے عبداللہ ابن عمرؓ سے کہتے ہیں کہ تم کھڑے ہو جاؤ، اور معترض کی بات کا جواب دو۔ بیٹا کھڑے ہو کر کہتا ہے، بھائی آپ کا اعتراض بالکل بجا ہے۔ واقعی بیت المال سے جو کپڑا (ایک چادر) لوگوں میں تقسیم ہوا ہے، اس سے اتنا لمبا کرتہ نہیں بنتا تھا، لیکن بات یہ ہے کہ والد صاحب کی قمیص چند جگہ سے پھٹ گئی تھی، میں نے اپنا کپڑا (چادر) بھی والد صاحب کو دے دیا تو انہوں نے دو کپڑوں کو ملا کر اپنے لیے قمیص بنالی۔ اس پر آدمی بولا، اب آپ تقریر کر سکتے ہیں۔ ذرا سوچیے، کیا آج آپ ایک سپاہی سے بھی پوچھ سکتے ہیں کہ یہ قالین جو آپ کے مہمان خانے میں ہے، یہ تو سیلاب زدگان کے لیے آئے تھے، یہ تو زلزلہ زدگان کے لیے آئے تھے، یہ یہاں کیسے آ گئے؟ اگر آپ پوچھیں گے تو وہ فوراً کہے گا، آپ کون ہوتے ہیں، مجھ سے پوچھنے والے؟ تو بھائیو، ہمیں ایسے خلفاء کی ضرورت ہے کہ ایک عام آدمی بھی کھڑے ہو کر ان پر اعتراض کر سکے۔

حافظ عاکف سعید صاحب نے فرمایا کہ گرمی میں امیر المومنین بیت المال کے اونٹوں کے پیچھے پھرتے تھے۔ ایسے ہزاروں واقعات ہیں جو تاریخ میں محفوظ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خود ہم نے قرآنی تعلیمات کو چھوڑ دیا اور میں خاص کر حجاج کرام سے ہمیشہ شکایت کرتا ہوں۔ میرے ساتھی بھی حجاج ہیں۔ ان کے بچے انگریزی سکولوں میں پڑھتے ہیں اور حاجی صاحب خوش ہیں کہ انہوں نے چار حج کیے ہیں اور ہر سال عمرے کے لیے جاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں حاجی صاحب! ایک دو بچوں کو تو عالم بناؤ، ایک دو کو تو حافظ بناؤ۔ اگر ہم اپنے بچوں کو حافظ اور عالم نہیں بنائیں گے تو انقلاب کیسے آئے گا۔ ہماری ترجیح تو دنیا ہے، اِسی لیے گھر کے سارے بچوں کو انگریزی سکول میں بھیجتے ہیں۔ انقلاب تب آئے گا کہ جب ہر شخص اپنے بچے کو علم دین سکھائے گا، اُسے عالم بنائے گا۔ رزق دینے والا اللہ ہے۔ خدارا، بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کرو۔

آخر میں، میں انتظامیہ میں شامل تمام حضرات خصوصاً ڈاکٹر اقبال صافی صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے سیرت مطہرہؐ کے حوالے سے منعقدہ اس بابرکت مجلس میں مجھے شرکت کا موقع دیا۔ حافظ عاکف سعید صاحب نے یہاں بہت عمدہ تقریر کی ہے۔ ضرورت اِس بات کی ہے کہ اس تقریر کو کیسٹوں اور کتابچہ کی شکل میں عام کیا جائے، تاکہ لوگ اس سے فائدہ اُٹھائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ایسی بابرکت مجالس کا سلسلہ جاری و ساری رہے۔ اللہ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر کرے۔ آمین یا رب العالمین۔

کمپوزر کی ضرورت ہے

ادارہ قرآن اکیڈمی کو اپنے شعبہ مطبوعات میں کام کرنے کے لیے ایک کل وقتی کمپوزر کی ضرورت ہے، جو inpage اور Corel Draw میں مہارت رکھتا ہو۔ تنظیم اسلامی کے رفقاء کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: حافظ خالد محمود خضر

042-35869501-3

شمعون پیریز: امن کا پیامبر یا شاطر حکمران؟

سابقہ اسرائیلی وزیر اعظم اور موجودہ صدر شمعون پیریز نے (Shimon Peres) جنھیں اسرائیل کے ایٹمی پروگرام کا خالق تصور کیا جاتا ہے، مشہور انگریزی جریدے "TIME" کے تازہ شمارے میں شائع ہونے والے خصوصی انٹرویو میں خود کو اور صیہونی غاصب ریاست اسرائیل کو امن کا پیامبر ثابت کرنے اور اپنے ایٹمی ہتھیاروں کے بارے میں دنیا کی نظروں میں دھول جھونکنے کی پوری کوشش کی ہے۔ قارئین ندائے خلافت کے لیے شمعون پیریز کے مذکورہ انٹرویو سے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔ (ادارہ)

(اخذ و ترجمہ: وسیم احمد)

سوال: آپ اوسلو امن معاہدہ یا اسرائیل کو ایٹمی پروگرام دینے میں سے کس کو اپنے لیے زیادہ باعث اعزاز سمجھتے ہیں؟

شمعون پیریز: اوسلو امن معاہدہ۔

سوال: کافی عرصہ سے آپ کا شمار Doves میں ہوتا ہے۔ کیا آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ اسرائیل کو ایران کی نیوکلیئر تنصیبات پر از خود حملہ کر دینا چاہیے؟

شمعون پیریز: یہ سوال واقعتاً پیدا ہوتا ہے۔ اگر ایران کو نیوکلیئر پارٹی بننے سے روکنے کے لیے تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لائی جائیں اور ہم اقتصادی اور سیاسی پابندیاں لگا کر اسے ایٹمی طاقت بننے سے روک سکیں تو بہتر ہے، ورنہ میرے خیال میں اس بات کا قبل از وقت اعلان کرنا ضروری نہیں کہ ہم ایران کے خلاف کیا اقدامات اُٹھانا چاہتے ہیں۔

سوال: یہ بتائیے کہ کیا اسرائیل کے پاس ایٹمی ہتھیار نہیں ہیں؟

شمعون پیریز: دیکھیے، اسرائیل ایٹمی ہتھیاروں کی نمائش نہیں چاہتا، لیکن اگر لوگ اس بات سے خوفزدہ ہیں کہ ہمارے پاس ایٹمی ہتھیار موجود ہیں تو یہ کیوں نہیں ہونے چاہئیں؟ یہ دشمنوں کی حوصلہ شکنی کے لیے ہیں۔ میں یہاں آپ کو ایک واقعہ سنانا چاہتا ہوں۔ امر موسیٰ جو مصر کے وزیر خارجہ تھے ایک دفعہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے شمعون، ہم بہت اچھے دوست ہیں۔ مجھے Dimona (اسرائیلی ایٹمی تنصیبات والا علاقہ) میں لے چلو، میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہاں پر کیا ہو رہا ہے۔ میں نے کہا، امر موسیٰ کیا تم پاگل (Crazy) ہو، میں تمہیں وہاں لے جاؤں تاکہ تم دیکھ لو کہ وہاں کچھ نہیں ہے اور تم لوگ ہم سے ڈرنا چھوڑ دو۔ ایسی صورت میں میری ڈیوٹی کا مقصد تو فوت ہو جائے گا۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ۔ عظیم محسن، عظیم راہ نما

راحیل گوہر

آج پھر ذہن کے افق پر یادوں کے دیئے لَو دینے لگے ہیں۔ آندھی کے بگولوں کی طرح اوپر اٹھتے شعلوں نے اس اندوہ ناک سانحہ کو متشکل کر کے میری نظروں کے سامنے لا کھڑا کیا ہے۔ میں اب تک نہیں بھولا 14 اپریل 2010ء کا وہ دن کہ ابھی خاورِ مشرق طلوع بھی نہیں ہوا تھا کہ علم وعرفان کا وہ آفتابِ ضیا پاش اپنے رفیق اعلیٰ کی طرف عازمِ سفر ہوگیا، جسے دنیا ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے۔ آپ کی رحلت کی خبر سن کر یک لخت مجھے یوں محسوس ہوا تھا گویا تیزی سے گزرتے وقت کی نبض کچھ دیر کے لئے تھم سی گئی ہو۔ لیل ونہار کی گردشیں اپنی رفتار کھو چکی ہوں۔ ہر وہ شخص جو آپؒ کے تبحر علمی کا معترف تھا یا کسی بھی حد تک آپ سے قلبی لگاؤ رکھتا تھا، اس خبر کو سن کر سکتے کی سی کیفیت میں آگیا۔ شدتِ جذبات نے آپ کے رفقا اور دوست احباب کے قلب وذہن میں ایک کرب کی حالت پیدا کر دی تھی کہ عین اسی لمحہ میرے دل کے کسی نہاں خانہ سے ایک ہمت افزا صدا آئی ؎

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما!

سچ تو یہ ہے کہ میں ذہنی طور پر تہی دامن ہوں اور میرا قلم ان الفاظ سے عاری ہے، جس کے سہارے، میں مرحوم ومغفور کی احیائے دین کے ضمن میں علمی، فکری، عملی مساعی اور ژرف نگاہی کا احاطہ کرسکوں۔ تاہم ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں آپؒ کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار کر رہا ہوں۔

دورِ جدید میں مغربی فکر وفلسفہ کی اندھا دھند تقلید نے مسلمانوں میں ایک احساسِ مرعوبیت پیدا کر دیا ہے۔ استعماری تہذیب کا عفریت ہمارے حواس پر سوار ہو چکا ہے۔ اس کا ایک بڑا سبب مہجوری قرآن ہے اور یہی دراصل امت مسلمہ کی عزت وسربلندی چھن جانے کا اصل راز ہے۔ دور جدید کے باطل افکار ونظریات کے سامنے سینہ سپر ہونے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے قرآن حکیم کی تسخیری قوت سے خود کو لیس کرنا۔ اسی قوت کو عملی شکل دینے کے لئے ڈاکٹر صاحب مرحومؒ نے کئی ادارے قائم کئے۔ انجمن خدام القرآن، تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت کا قیام، قرآن اکیڈمیز اور قرآن مراکز کا قیام۔ یہ تمام شعبہ ہائے فکر وعمل کا مقصد ومحور ایک ہی تھا کہ پہلے پاکستان میں اور پھر پوری دنیا میں قرآن کا دیا ہوا نظام عدل وقسط قائم کرنا۔ غلبۂ دین کی جدوجہد اور اعلائے کلمۃ اللہ کا پرچم سربلند کرنا۔ اور اسی جہد مسلسل میں آپؒ زندگی کی آخری سانس تک مشغول رہے۔ آپؒ اس دنیا سے رخصت ہوگئے، لیکن دین کی سربلندی کے لئے جو انسان خود کو تج دیتا ہے وہ کبھی مرتا نہیں۔ ؎

موت تجدید مذاق زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا ایک پیغام ہے

مرتے تو وہ ہیں جن کی ساری زندگی پیٹ کا ایندھن بھرنے یا مادی آسائشوں کے حصول میں بسر ہوتی ہے۔ یہاں تو معاملہ کچھ اس طرح تھا کہ:

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

دین متین کے بالفعل قیام کے لئے ڈاکٹر صاحبؒ کی شبانہ روز مساعی جمیلہ کے ثمرات ہیں جو آج بھی روح کو بالیدگی اور دینی حمیت سے لہو کو گرمانے والے ان کے رشحاتِ قلم کی صورت میں موجود ہیں۔ آپ کی زبان سے نکلے ہوئے لفظوں کا ذخیرہ کیسٹس، سی ڈیز اور ڈی وی ڈیز کی شکل میں آج بھی سماعتوں کو جلا بخش رہا ہے۔ آج بھی آپ کی پاٹ دار اور جذبہ ایمانی سے لبریز آواز علم وحکمت کے موتی بکھیرتی رہتی ہے۔ اقامت دین کی جدوجہد کرنے والوں کے لئے آپ کا تشکیل دیا ہوا پروگرام، جس کا ماخذ ومنبع، منہج انقلاب نبوی ﷺ ہے، آج بھی ایک سنگ میل ہے۔ موت بھی ایسے جید عالم اور قرآن کے شیدائی کے مشن کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکی۔ ان کے تربیت یافتہ رفقاء گرامی نے اپنے جسم وجاں کی توانائیاں اسی راہ میں لگائی ہوئی ہیں۔ انقلاب کا داعی جتنا اپنے کام میں مخلص ہوگا، اتنا ہی اس کے اخلاص کا پرتو اس کے اعوان وانصار کے فکر وعمل میں واضح نظر آئے گا۔

ڈاکٹر صاحبؒ جسمانی امراض کے معالج تھے۔ لیکن ان کی فطرتِ سلیمہ نے جلد ہی یہ محسوس کر لیا کہ انسانی نفوس کو جسم سے زیادہ روحانی امراض کے لئے کسی مسیحا کی اشد ضرورت ہے۔ چنانچہ آپؒ نے اپنا راستہ بدل لیا اور امت مرحومہ کے روحانی علاج پر کمر کس لی۔ مرور زمانہ سے انسانی روحوں پر جو غفلت، خدا فراموشی، نفسانی اور مادی خواہشات کا ایک غبار سا چھا گیا تھا اس غبار اور دھند کو صاف کرنے کے لئے آپؒ نے اپنے جسم وجاں کی تمام حرکات وسکنات وقف کر دیں کہ کرنے کا اصل کام تو یہی ہے۔ اس طرح آپؒ نے تجدید ایمان کی ایک تحریک بپا کی تا کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور غلبہ دین کے لئے وہ راہیں اجاگر ہوسکیں جنہیں یہ امت مرحومہ کھو چکی ہے۔

آپؒ نے امت مسلمہ کو ذہنی مرعوبیت، احساس کمتری اور تشکیک کی فتنہ اندازیوں سے نجات دلانے کے لئے علمی اور فکری میدان میں مضبوطی سے قدم جمائے رکھے اور رفیق اعلیٰ کی طرف مراجعت ہونے تک آپ کے پائے استقلال میں جنبش تک نہ ہوئی۔ آپ بلاشبہ امت مسلمہ کے مربی، مرشد اور عظیم محسن ہیں۔ چنانچہ عامۃ الناس کے لئے عمومی اور آپ کے رفقاء کے لئے خصوصی طور پر یہ لازم ہے کہ وہ آپ کے مشن کو جاری رکھنے کے لئے قرآن کریم کو بطور آلہ تھام کر علمی اور فکری جہاد جاری رکھیں، تا کہ اس سرزمین پر نظام عدل وقسط بالفعل قائم ہوسکے۔

اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحبؒ کے درجات کو بلند فرمائے، ان کی لغزشوں سے صرف نظر فرمائے اور ان کی حسنات کو قبول فرما کر انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

كالم آف دی ویک

تلخ فیصلوں کا وقت

یاسر محمد خان

انسان ہوں یا قومیں، زندگی انہیں ایک بار دوراہے پر ضرور لا کھڑا کرتی ہے۔ ایک ایسے دوراہے پر جہاں عموماً کمزور لوگوں کی عقل جواب دے جاتی ہے اور وہ اکثر غلط راستے کا انتخاب کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں جو بظاہر مشکل راستے کا انتخاب کرتے ہیں اور پھر منزل کے حصول کے لیے دن رات ایک کر دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں برصغیر کے مسلمانوں کی مثال ہی کافی ہوگی۔ ان کے پاس دو راستے تھے۔ وہ عہدے اور اختیارات کو انجوائے کرتے اور ہندوستان کی سیاست میں اپنا نام اور مقام پیدا کرتے۔ انہوں نے دوسرے راستے کا انتخاب کیا۔ انہوں نے ظلم واستبداد کے مارے مسلمانوں کا بیڑا اٹھانے کا فیصلہ کیا۔ یہ راستہ انتہائی مشکل اور جاں گسل تھا۔ غلام قوم کو اوپر لانے، اس کا مورال بلند کرنے، اسے ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے، ان کے اندر آزادی کی تحریک پیدا کرنے اور عالمی طاقتوں کا مقابلہ کرنے جیسے انتہائی کٹھن ترین راستے کا سامنا تھا۔ یہ تلخ فیصلہ تھا۔ آج قیامِ پاکستان کے 64 برس بعد اسی طرح کے ایک فیصلے کی ضرورت ہے۔

آج پاکستان اور پاکستانی مسلمان دوراہے پر کھڑے ہیں۔ آج ہم کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ہم ایک آزاد، خودمختار اور غیرت مند قوم کی طرح جینا چاہتے ہیں یا امریکا کے غلاموں، اس کے ٹاؤٹوں اور بے ضمیر قوموں کی طرح رہنا چاہتے ہیں؟ اس میں کوئی شک نہیں ہمارے لیڈر ذہنی طور پر امریکی غلامی قبول کر چکے ہیں۔ ان کے اعصاب پر امریکی خوف مسلط ہے۔ ان کے اذہان پر، عقلوں پر امریکا کے بھیانک سائے ہیں اور بدقسمتی سے یہ امریکی بغلوں کے نیچے پناہ گزین ہیں۔ اگر ہم غور کریں تو ہمارے ساتھ ساتھ کیا کیا نہیں ہوا؟ جنوری 2011ء سے مارچ 2012ء تک ہماری سرزمین پر 81 ڈرون حملے ہوئے۔ ہمارے ہی بھائی، بہنیں اور بچے ان ڈرون کا نشانہ بنے۔ ہم نے دہشت گردی کی پاکستان دشمن جنگ میں 70 بلین ڈالر کا نقصان کر دیا۔ ممبئی حملوں کا سارا تانا بانا پاکستان سے جوڑا گیا۔ ہمیں ”دہشت گرد ملک“ کا خطاب دیا گیا۔ ہمیں کہا گیا آپ دہشت گردوں کے پشت پناہ ہیں۔ آپ دہشت گردوں کے محافظ ہیں۔ راتوں رات ہماری سرزمین پر ایبٹ آباد جیسا آپریشن ہو گیا۔ یہ آپریشن خفیہ تھا یا اس میں ہماری ایجنسیوں کا کوئی رول تھا؟ اس سے قطع نظر یہ ہمارے لیے ڈوب مرنے کا مقام تھا۔ ریمنڈ ڈیوس جیسے جاسوس نے پاکستانی شہریوں کو قتل کیا۔ ہم نے اسے محفوظ راستہ دے دیا۔ کیری لوگر بل کی شکل میں بھیک کا طوق ہمارے گلے میں ڈال دیا گیا۔ پی این ایس مہران پر حملہ ہو گیا۔ ملک میں سیکڑوں خودکش دھماکے ہو گئے۔ سیکڑوں بم دھماکے ہوئے۔ کراچی کو آگ میں جھونک دیا گیا۔ کوئٹہ میں ٹارگٹ کلنگ ہو رہی ہے اور سلالہ جیسے انتہائی سبق آموز واقعات رونما ہو گئے لیکن اس سب کے باوجود ہم نے کچھ نہ سیکھا۔

ہم آج بھی امریکا کے اتحادی کہلاتے ہیں اور ہم آج بھی امریکا کو آقا کہتے ہیں۔ کیوں؟ اِس لئے کہ ہم ایک ایسے مقام پر کھڑے ہیں جہاں ہم امریکا سے منہ موڑ لیں تو ہماری معیشت ہچکیاں لینے لگتی ہے۔ ہم امریکا کی چاپلوسی سے باز آ جائیں تو ہمارے امدادی پیکیج بند ہو جاتے ہیں۔ ہم امریکا کا دامن چھوڑ دیں تو ہمارے اقتدار کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے، ہماری کرسی ہچکولے کھانے لگتی ہے اور ہم امریکا کو ٹکا سا جواب دے دیں تو (خدانخواستہ) ہم تورا بورا نہ بن جائیں وغیرہ کی رٹ لگاتے ہیں۔ یہ وہ خوف اور یہ وہ جال ہے جس نے ہماری لیڈر شپ، ہمارے سیاستدانوں، ہمارے حکمرانوں اور ہمارے پالیسی سازوں کو جکڑ رکھا ہے اور ہم اس خوف کی وجہ سے امریکی غلام بنتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ سلسلہ پچھلی چار دہائیوں سے جاری وساری ہے لیکن سلالہ چیک پوسٹ پر حملے، نیٹو سپلائی کی بندش اور شمسی ایئر بیس سے امریکیوں کے انخلا کے بعد بہرحال ہمیں ایک تلخ اور حقیقت پسندانہ یہ فیصلہ کرنا ہوگا۔ قومی سلامتی کی کمیٹی کی سفارشات پارلیمنٹ میں ہیں۔ ہمارے لیے بہت اچھا موقع تھا کہ ہم ان سفارشات کو پارلیمنٹ سے فوری پاس کراتے اور ان سفارشات پر من وعن فیصلہ صادر کر دیتے۔ ہمارے پاس اس کے علاوہ بھی ایک اور اچھا موقع تھا۔

27 مارچ کو ہمارے وزیراعظم یوسف رضا گیلانی نے جنوبی کوریا میں امریکی صدر اوباما سے ملاقات کی۔ قوم کا خیال تھا وزیراعظم اس ملاقات کا فائدہ اٹھائیں گے اور امریکی صدر کو کھرا کھرا جواب دیں گے، لیکن بدقسمتی سے ہمارے وزیراعظم نے یہ موقع بھی گنوا دیا۔ قوم کا خیال تھا وزیراعظم امریکی صدر کو باور کرائیں گے کہ امریکا ہماری سرزمین پر ڈرون حملے بند کر دے مگر ایسا نہ ہو سکا۔ قوم کا خیال تھا وزیراعظم دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان کے نقصانات کے بارے میں بات کریں گے۔ وہ امریکی صدر سے اس نقصان کا ازالہ چاہیں گے مگر ایسا نہ ہو سکا۔ قوم کا خیال تھا وزیراعظم امریکی صدر سے سلالہ حملے پر معافی مانگنے کا کہیں گے، یہ بھی نہ ہو سکا۔ اور قوم کا خیال تھا وزیراعظم امریکی صدر کو سول نیوکلیئر ڈیل پر قائل کریں گے لیکن یہ بھی نہ ہو سکا اور اگر کچھ ہوا تو امریکا سے افغانستان میں تعاون، ایران پر امریکی حملے کی صورت میں خاموشی، بھارت کے ساتھ تعلقات میں اضافہ اور پاکستان میں امریکا مخالف عناصر کے خلاف کارروائی کی یقین دہانیاں اور عہد و پیمان، یوں دونوں رہنماؤں نے مسکراہٹیں بکھیریں، فوٹو سیشن ہوا اور ایک خوشگوار ملاقات کا احساس دے کر یہ موقع بھی ضائع کر دیا گیا۔ لیکن اس کے بعد اب رہ رہ کر ہمارے پاس ایک آخری چانس باقی بچا ہے اور وہ پارلیمنٹ میں سفارشات کی منظوری اور ان پر

> اگر ہماری لیڈر شپ نے امریکا سے جان چھڑانے کا تلخ فیصلہ کرنا ہے تو پارلیمنٹ میں سفارشات کی منظوری کے بعد ان پر عمل کرنا شروع کر دے، نیٹو سپلائی کو بند رکھے، ڈرون کو مار گرائے اور اپنی سرزمین پر کسی آپریشن کی اجازت نہ دے۔ بصورت دیگر ہم یہودیوں اور عیسائیوں کے غلام بن کر رہ جائیں گے

عملدرآمد ہے۔ اگر ہم نے، ہمارے حکمرانوں نے ان سفارشات کی منظوری دے دی۔ ان پر عمل شروع کر دیا تو مجھے یقین ہے ایک خوبصورت منزل ہمارے سامنے ہوگی، بصورت دیگر ہم پچھلی چار دہائیوں کی طرح اگلی چار دہائیاں بھی امریکی غلامی میں گزار دیں گے۔

ہمارے سامنے دو راستے ہیں۔ ایک عارضی خوشی اور خوشحالی کا راستہ اور دوسرا دائمی آزادی خودمختاری اور ترقی کا راستہ۔ فیصلہ ہم کو کرنا ہے۔ ہمارے پاس یہی آخری چانس باقی ہے۔ اگر ہماری لیڈرشپ نے امریکا سے جان چھڑانے کا تلخ فیصلہ کرنا ہے تو پارلیمنٹ میں سفارشات کی منظوری کے بعد ان پر عمل کرنا شروع کر دے، نیٹو سپلائی کو بند رکھے، ڈرون کو مار گرائے اور اپنی سرزمین پر کسی آپریشن کی اجازت نہ دے۔ بصورت دیگر ہم پہلے ہندو بنیے کے غلام بن کر زندہ تھے اور اب ہم یہودیوں اور عیسائیوں کے غلام بن کر رہ جائیں گے۔ میرا خیال ہے ہمارے حکمرانوں کو برصغیر کے مسلمانوں کی "ول" چاہیے اور اس کے بغیر ہم کامیاب ہو سکتے ہیں اور نہ ہی آزاد اور خودمختار، کیونکہ یہ حقیقت ہے مکڑے کے جال میں پھنسنے والی مکھی کبھی بچ کر نکل نہیں سکتی اور امریکا ہمارے گرد جال بن چکا ہے۔ بس ہمارے پروں کے پھنسنے کی دیر ہے اور ہم بھی امریکا کا نوالہ بن جائیں گے۔ وقت کم اور فیصلہ تلخ ہے، لیکن بہرحال اسی تلخ فیصلے میں ہماری کامیابی اور خودمختاری کا راز چھپا ہے۔ (بشکریہ ہفت روزہ "ضرب مومن")

☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 26 سال، تعلیم بی اے کے لئے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ لاہور کے رہائشی رابطہ کریں۔ برائے رابطہ 0300-4241620، 0333-4504142

☆ لاہور میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 29 سال، تعلیم ایف اے کے لئے دیندار گھرانے سے برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ لاہور کے رہائشی رابطہ کریں۔ برائے رابطہ 0333-4504142، 0300-4241620

☆ حیدرآباد میں مقیم سید فیملی کو اپنی نیک سیرت، صوم وصلوٰۃ کی پابند بیٹی، عمر 26 سال، تعلیم ایم اے انگلش کے لئے خوبرو، برسرروزگار، دینی مزاج کے حامل ترجیحاً تنظیم اسلامی سے وابستہ لڑکے کا رشتہ مطلوب ہے۔ برائے رابطہ: 0344-3550137، 0346-3911308

☆ ضلع گجرات میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 29 سال، تعلیم بی اے، بی ایڈ، پابند صوم وصلوٰۃ، باپردہ، امورخانہ داری میں ماہر کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0326-9002121

☆ مغل فیملی کو اپنی تین بیٹیوں عمر 27 سال (ایم ایس سی باٹنی، بی ایڈ)، عمر 26 سال (بی اے، بی ایڈ) اور عمر 23 سال، ایم اے اسلامیات، ایک سالہ عالمہ کورس کے لئے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار، سرکاری ملازم ہم پلہ بیٹوں کے رشتے مطلوب ہیں۔ بنک اور وکالت کے پیشہ سے منسلک حضرات سے معذرت۔ برائے رابطہ 0333-4362702

☆ لاہور میں رہائش پذیر اعوان فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 21 سال، سافٹ ویئر انجینئر، خوبصورت، خوبصیرت کے لئے لاہور یا گردونواح سے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔ برائے رابطہ: 0321-9481014

☆ سینئر سرکاری افسر کو اپنی 24 سالہ دراز قد بیٹی، تعلیم ایم اے انگلش کے لئے دینی مزاج کے حامل ہم پلہ فیملی سے انجینئر یا ایم بی اے برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0321-7749607

☆ لاہور میں رہائش پذیر قریشی فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 26 سال، ایم اے انگلش کے لیے دینی مزاج کے حامل، اعلیٰ تعلیم یافتہ، برسرروزگار ہم پلہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ 35290106(042)، 0321-4004527

تنظیمی اطلاعات

مقامی تنظیم قاسم آباد میں واجد علی شیخ کا بطور امیر تقرر

مقامی تنظیم قاسم آباد میں تقرر امیر کے لئے امیر حلقہ حیدرآباد کی جانب سے موصولہ اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 15 مارچ 2012ء میں مشورہ کے بعد جناب واجد علی شیخ کو مقامی تنظیم قاسم آباد کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم ٹوبہ میں غلام نبی کا بطور امیر تقرر

مقامی تنظیم ٹوبہ میں تقرر امیر کے لئے امیر حلقہ فیصل آباد کی جانب سے موصولہ اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 22 مارچ 2012ء میں مشورہ کے بعد جناب غلام نبی کو مقامی تنظیم ٹوبہ کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم بیروٹ میں نوید احمد عباسی کا بطور امیر تقرر

مقامی تنظیم بیروٹ میں تقرر امیر کے لئے ناظم حلقہ پنجاب شمالی کی جانب سے موصولہ اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 22 مارچ 2012ء میں مشورہ کے بعد نوید احمد عباسی کو مقامی تنظیم بیروٹ کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم لانڈھی میں ابوذر ہاشمی کا بطور امیر تقرر

مقامی تنظیم لانڈھی میں تقرر امیر کے لئے امیر حلقہ کراچی جنوبی کی جانب سے موصولہ اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 22 مارچ 2012ء میں مشورہ کے بعد جناب ابوذر ہاشمی کو مقامی تنظیم لانڈھی کا امیر مقرر فرمایا۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

تنظیم اسلامی جاتلاں کے زیرِ اہتمام خواتین کے لئے درس قرآن

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتبلیغی سرگرمیوں میں دروسِ قرآن کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ اس سلسلے میں مقامی تنظیم جاتلاں نے بھی ہفتہ وار اور ماہانہ بنیاد پر دروس قرآن کے حلقے قائم کرر کھے ہیں۔ اِسی ماہانہ درسِ قرآن کے سلسلے میں ناظم حلقہ پنجاب پوٹھوہار مشتاق حسین 6مارچ 2012ء کونقیب اسرہ ناظم حسین کی دعوت پراُن کے گھر افضل پورتشریف لائے۔ یہ درسِ قرآن خواتین کے لیے تھا، تاہم درس گاہ سے متصل کمرے میں مردوں کی نشست کا بھی اہتمام کیا گیا۔ درس میں چالیس سے زائد خواتین جبکہ 15 مرد شریک ہوئے۔ امیر حلقہ نے سورۃ المدثر کی چند آیات کا درس دیا۔ انہوں نے جنت اور دوزخ کے احوال بیان کرتے ہوئے کہا کہ اہل جنت جہنمیوں سے سوال کریں گے تم کس جرم کی پاداش میں جہنم میں ڈالے گئے ہو؟ دوزخی جواب دیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے، مساکین کو کھانا نہیں دیتے تھے، فضول گفتگو کرتے اور قیامت کو جھٹلاتے تھے۔ انہوں نے درس کو متعدد احادیث کے حوالوں سے کومزین کیا اور سامعین کو عمل پر اُبھارا۔ ایک گھنٹہ سے زائد کے دورانیے میں حاضرین ہمہ تن گوش رہے۔ خواتین وحضرات نے محفل درس کے انعقاد پر خوشی کا اظہار کیا۔ اور تقاضا کیا کہ درس کا یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے۔ درس کے اختتام پر حاضرین کو کھانا پیش کیا گیا۔

پروگرام میں امیر مقامی تنظیم ظفر اقبال اور رفقاء میں سے سید محمد آزاد اور محمد سرفراز نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ نقیب اسرہ کے چھوٹے بھائی نے بیعت فارم پر کر کے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہماری کوششوں کو قبول فرمائے اور مزید محنت کی توفیق عطا کرے۔ (رپورٹ: رفیق تنظیم)

بہاولنگر میں حلقہ پنجاب شرقی کا سہ ماہی تربیتی اجتماع

حلقہ پنجاب شرقی کا سہ ماہی تربیتی اجتماع 11 مارچ 2012ء کو جامع مسجد جامع القرآن والسنہ فاروق آباد کالونی بہاولنگر میں منعقد ہوا۔ اجتماع پروگرام کا آغاز دس بجے امیر مقامی تنظیم چشتیاں محمد امین نوشاہی کے درس قرآن سے ہوا۔ اس کے بعد درس حدیث ہوا جس کی ذمہ داری نثار شفیق نے انجام دی۔ بعدازاں تمام رفقاء نے اپنا اپنا مختصر تعارف کروایا۔ اس کے بعد چائے کا وقفہ ہوا۔ اس دوران بھی مختصر تعارف کا سلسلہ جاری رہا۔ چائے کے وقفے کے بعد ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی محترم اظہر بختیار خلجی نے منہج انقلاب نبویؐ پر مذاکرہ کروایا۔ نماز ظہر اور کھانے کے وقفے کے بعد ازاں ملتزم رفقاء سے مرکزی شوریٰ کے رکن بارے آراء لی گئیں۔ قبل ازیں محترم ناظم اعلیٰ نے نظام مشاورت کے حوالے سے انتہائی پرمغز اور مدلل گفتگو فرمائی۔ 3 بجے یہ بابرکت اجتماع اپنے اختتام کو پہنچا۔ اجتماع میں 150 رفقاء اور 16 احباب نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی وناصر ہو۔ (آمین) (مرتب: رفیق تنظیم)

تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کے زیرِ اہتمام ماہانہ درس قرآن

تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کے زیرِ اہتمام ماہانہ درسِ قرآن 18 مارچ 2012ء دن اڑھائی بجے پریس کلب ایبٹ آباد میں ہوا۔ تنظیم اسلامی کے مرکزی نائب ناظم اعلیٰ خالد محمود عباسی نے یہ درس دیا۔ انہوں نے سورۃ آل عمران کی آیات 102 تا 104 کی روشنی میں امت مسلمہ کے لئے سہ نکاتی لائحہ عمل پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ اِس لائحہ عمل کے پہلے دو نکات مسلمانوں کی انفرادی زندگی سے متعلق ہیں، جبکہ تیسرا نکتہ اجتماعی ہے۔ سہ نکاتی لائحہ عمل کا پہلا قدم تقویٰ ہے۔ تقویٰ کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ آدمی بے پرواہو کر زندگی نہ گزارے، بلکہ پھونک پھونک کر احتیاط سے قدم رکھے۔ اُسے اللہ کی ناراضی کی فکر رہے۔ تقوی پوری زندگی میں مطلوب ہے۔ اگر ایک شخص زندگی کے ایک گوشے میں اللہ کے احکام کی پابندی کرتا ہے۔ مثلاً متقیوں کی وضع قطع اختیار کر لی ہے، لیکن معیشت میں حرام ذرائع اختیار کرنے سے نہیں بچتا، معاملات میں کھرا نہیں ہے، جھوٹ، بددیانتی اور خیانت کا مظاہرہ کرتا ہے تو یہ تقویٰ کے منافی ہے۔ دوسرا قدم یہ ہے کہ ہم اللہ کی رسی یعنی قرآن سے مضبوطی سے چمٹ جائیں۔ یہی ہمارے بچاؤ کا راستہ ہے۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے سے جو مشکلات آئیں گی، ان سے تحفظ اسی سے ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ افراد کو باہم جوڑنے کا ذریعہ بھی قرآن ہے۔ نظریاتی ہم آہنگی، اتحاد واتفاق اِسی سے پیدا ہوگا۔ قرآن سے تعلق جتنا کمزور ہوگا، اِس قدر انتشار ہوگا۔ قرآن سے چمٹنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اسے پڑھیں، سمجھیں، پھیلائیں، عام کریں، اُس کے نظام زندگی کے غلبہ کی جدوجہد کریں۔ اگر یہ ذمہ داریاں ادا کروگے تو دنیا وآخرت کی کامیابی ملے گی، اور اگر اِس سے پہلوتہی کی تو اس کا انجام ذلت و رسوائی ہوگی۔ قرآن کے عطا کردہ سہ نکاتی لائحہ عمل کا تیسرا نکتہ کے بارے میں انہوں نے کہا کہ یہ جماعتی صورت میں منظم ہو کر دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری کی ادائی ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ مسلمانو، تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو، جو لوگوں کو خیر کی طرف بلائے، نیکی کا حکم کرے، منکرات سے معاشرے کو پاک کرے۔ جناب خالد محمود عباسی نے کہا کہ آج ہم جس معاشرہ میں رہ رہے ہیں، اس میں اس قرآنی لائحہ عمل کا شعور موجود نہیں ہے، معاشرہ دینی ذمہ داریوں سے عاری ہے۔ اسی لئے ہم زوال کا شکار ہیں۔ آج صورت حال اِس کے بالکل برعکس ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب یہ صورتحال ہو تو پھر محض انفرادی تقویٰ کام نہیں دے گا۔ معاشرہ غلط کام میں ملوث ہو تو بروں کے ساتھ نیکوں کو بھی سزا ملتی ہے۔ اس سزا سے صرف وہی لوگ بچائے جاتے ہیں، جو برائی سے روکتے ہوں۔

تنظیم اسلامی سکھر کے زیرِ اہتمام خصوصی پروگرام

گزشتہ دنوں تنظیم اسلامی سکھر کے زیرِ اہتمام ایک خصوصی لیکچر کا اہتمام کیا گیا۔ یہ لیکچر ڈاکٹر عبدالسمیع نے دیا۔ موضوع تھا: ''حب رسولؐ اور اس کے تقاضے'' ڈاکٹر صاحب سینئر رفیق حافظ خالد شفیع کی دعوت پر مشہور عصری ادارے آئی، بی، اے میں خطاب کے لئے سکھر تشریف لائے تھے۔ موقع کی مناسبت سے مقامی امیر تنظیم سید عرفان طارق ہاشمی نے بذریعہ امیر حلقہ جناب احمد فاروق سومرو مہمان گرامی سے خطاب کی درخواست کی، جسے انہوں نے کمال فراخ دلی سے قبول کیا۔ یہ پروگرام بعداز عشاء ہوا۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے کیا گیا۔ اس کے بعد احمد صادق سومرو نے تنظیم اسلامی کے منشور اور تحریک خلافت کے بارے میں مختصر گفتگو کی۔ بعدازاں ڈاکٹر صاحب کو دعوت خطاب دی گئی۔ انہوں نے حب رسولؐ اور اُس کے تقاضوں کو عمدگی سے بیان کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ حضور ﷺ کو صادق اور امین تو کفار اور مشرکین مکہ بھی مانتے تھے، انہیں انکار آپؐ کی رسالت کا تھا۔ آج سیکولر الیکٹرانک میڈیا (جو مغربی تہذیب کو پروموٹ کر رہا ہے) پر بھی ربیع الاوّل کی مناسبت سے منعقدہ پروگراموں میں سارا زور آپؐ کی اعلیٰ اخلاقی خوبیوں پر ہی ہوتا ہے۔ آپؐ کی رسالت اور آپؐ کے پیغام اور مشن کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاتا، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی محبت کا تقاضا ہے کہ آپؐ کے مشن کے لئے جہاد فی سبیل اللہ بھی کیا جائے۔ پروگرام میں کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوئے۔ مقامی رفقاء کے علاوہ شاہ پنجو کے رفقاء نے بھی شرکت کی۔ یہ پروگرام شب گیارہ بجے اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ: حافظ عزیز اللہ گبول)

Similar is the case of belief in prophets. On the one hand are people who attributed divinity to prophets, declaring some of them to be son of God; on the other are those who considered these chosen people as ordinary human beings who committed all sorts of sins. There are still others who knowingly persecuted and killed the prophets. Again the truth stands in the middle --- as taught by Islam. Allah ﷻ chose messengers from among human beings to convey to them His guidance. They were all humans as they were meant to be exemplars for humanity. Yet they were the best of all humanity and they spoke with Divine Authority. They deserved the deepest love, devotion and obedience from other human beings. One only needs to contrast the depiction of the prophets in the Quran with that in other scriptures to appreciate this difference. The latter shows the distortions produced by human imagination. It shows the extremism that can creep in when God's Words and Teachings are no longer preserved.

It is the same story with religious practices. We see two extremes in Christianity and Judaism. In the former, Love replaced Law; in the latter, Law turned into a straitjacket that made life unbearable and from which reformists had to seek escape --- thereby going to the other extreme. If one were to borrow the language the media uses, routinely and inappropriately, when referring to Islamic law, he would find himself using words like harsh and strict in referring to clause after clause in authentic Jewish law.

Again, we see Islam as providing the middle ground between the two extremes. It does provide law and does distinguish between the permissible and the forbidden. But the law is free of that strangulating formalism that is seen as a burden rather than blessing. The Quran mentions it as an important attribute of Prophet Muhammad ﷺ:

> "He releases them from their heavy burdens and from the yokes that are upon them." [*Al-A`raf*; 7:157]

Extremism is inherently unstable. Its injustices invoke a rebellion and counter trend. Thus we see that the western world has gone from pleasure-is-sin ascetism of yesteryears to the sin-is-in liberalism of today. In these wanderings from one extreme to another, the extremist tendencies themselves have not been overcome. Rather, they have produced unprecedented social upheaval at home and unprecedented exploitation and injustices abroad. Islamic history is free of such wanderings, as one would expect of a religion that came to show the middle path.

> "But if any of you, after this, resists faith, he has truly wandered from the Path of Rectitude. [*Al-Maidah*; 5:12]

An ISO 9001:2008 QMS Certified Lab. النصر لیب

ایک ہی چھت کے نیچے معیاری ٹیسٹ، ڈیجیٹل ایکسرے، ای سی جی اور الٹرا ساؤنڈ کی جدید اقسام، کلر ڈاپلر، 4-D، T.V.S، ایکو کارڈیوگرافی، Lungs Function Tests اور Digital Dental (OPG) X-Ray کی سہولیات

ہیپاٹائٹس بی اور سی کے بڑھتے ہوئے امراض کے پیش نظر عوام الناس کے لیے کم قیمت میں ٹیسٹ کروانے کی سہولت

خواتین کے لیے لیڈی الٹراسونولوجسٹ کی سہولت مہیا کر دی گئی ہے۔

خصوصی پیشکش

مکمل میڈیکل چیک اپ

الٹراساؤنڈ (پیٹ)، ایکسرے (چیسٹ) ای سی جی، ہیپاٹائٹس بی اور سی کے ٹیسٹ (Elisa Method)، مکمل بلڈ، اور مکمل یورن، بلڈ گروپ، بلڈ شوگر، جگر، گردے، دل اور جوڑوں سے متعلقہ متعدد بلڈ ٹیسٹ شامل ہیں۔

صرف -/3500 روپے میں

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

نوٹ لیب اتوار اور عام تعطیلات پر کھلی رہتی ہے

950-B فیصل ٹاؤن، مولانا شوکت علی روڈ نزد دراوی ریسٹورنٹ لاہور

Ph:3 516 39 24, 3 517 00 77 Fax:3 516 21 85

Mob:0300-8400944, 0301-8413933 E-mail:info@alnasarlab.com

Khalid Baig

ON EXTREMISM

> "Thus have We made of you *ummatan wasatan* (an Ummah justly balanced)." [*Al-Baqarah*; 2:143]

Ummatan wasatan can be translated as a middle nation, the best nation, and an Ummah justly balanced. The phrase captures the essence of Islam, which is to shun all excesses. At other places (e.g. *Al-Maidah*; 5:12), the Quran refers to the path it shows as *sawaa-as-sabil*. Abdullah Yusuf Ali explains: "The Arabic word *sawaa* signifies smoothness as opposed to roughness; symmetry as apposed to want of plan; equality or proportion as opposed to want to design; rectitude as opposed to crookedness; a mean as opposed to extremes; and fitness for the object held in view as opposed to faultiness".

Extremism is a product of ignorance. Given two extreme points on a straight line, anyone can point out where the middle point lies. But a person that cannot see the entire line will also miss the middle point. He may be sitting on an extreme edge, yet congratulate himself for being in the middle.

Unlike the line, real life is not one-dimensional. As individuals, we find ourselves being pulled in so many directions by myriad internal and external forces. In a society the complexity increases manifold as these forces intersect in complex ways. When you add their dynamic interrelationship over time, the complexity becomes mind-boggling.

Our own instruments of observation and intellect, wonderful as they are, are simply not up to the task of finding the proper course in this complex, ever-changing, multidimensional maze. There are no satellite observatories, no imaging systems, no supercomputers that can help us find a solution. Yet we know that we do need to find it. Our physical well-being requires that we eat a well-balanced diet and follow the course of moderation. Our economic, social, and spiritual well-being similarly demands finding the balanced approach and the moderate course in all these spheres. Our total well-being requires finding the path of moderation for our entire life.

For this, we need Divine Guidance. No one is more conscious of this than the believer who turns to Allah ﷻ five times a day with this supplication: "Show us the Straight Path". The path that avoids the extremes of *ifraat* (excess) and *tafreet* (deficiency). Is there another group that seeks the path of rectitude and moderation with the same fervor?

That this is the Ummah justly balanced can be seen by looking at its beliefs and practices.

A large number of followers of other religions who accepted Islam have been impressed by the simplicity, profoundness, clarity and logical soundness of its belief system. It is in religious belief systems that extremist tendencies take their greatest toll. On the one hand there have been people who worshiped animals, celestial bodies, and forces of nature; on the other there are those who deny even the existence of God. Avoiding these extremes are the shining teachings of Islam. The sun, stars, fire, water and wind are mere creations of One Almighty God. He alone created the entire universe and He alone is its Lord and Master. Islamic monotheism is the truth. Atheism and polytheism are extremist distortions of this central truth.

بانیٔ تنظیمِ اسلامی و داعیٔ تحریکِ خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی چند فکر انگیز تصانیف

داعیٔ رجوع الی القرآن کا شہرہ آفاق دورۂ ترجمۃ القرآن
اب کتابی شکل میں بعنوان

بیان القرآن

حصہ اول: صفحات: 359، قیمت 450 روپے
حصہ دوم: صفحات: 321، قیمت 400 روپے
حصہ سوم: صفحات: 331، قیمت 400 روپے

شرک کی حقیقت، اقسام اور دورِ حاضر کے
شرک سے واقفیت کے لیے مطالعہ کیجیے

حقیقت و اقسامِ شرک

قیمت اشاعت عام: 50 روپے، خاص: 90 روپے

سیرت النبیؐ کی روشنی میں
اسلامی انقلاب کے مراحل، مدارج اور لوازم

منہج انقلاب نبویؐ

مجلد: 400 روپے غیر مجلد: 200 روپے

بعثتِ انبیاء کا اساسی مقصد بعثتِ محمدیؐ
کی اتمامی و تکمیلی شان

نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت

اشاعت خاص: 40 روپے، عام: 30 روپے

ایک مسلمان کی انفرادی اور اجتماعی
ذمہ داریاں کون سی ہیں؟

دینی فرائض کا جامع تصور

اشاعت خاص 25 روپے، عام 15 روپے

ایمان کے لغوی اور شرعی معنی، ایمان کا فلسفہ، ایمان و عمل کا باہمی تعلق
اپنے موضوع پر لاثانی تحقیق و فکری تصنیف

حقیقتِ ایمان

اشاعت خاص: 120 روپے

سورۃ العصر کی روشنی میں

راہِ نجات

اشاعت خاص: 45 روپے عام: 30 روپے

قربانی ہماری معاشرتی رسم ہے یا دینی فریضہ؟

عید الاضحی اور فلسفہ قربانی

اشاعت خاص 35 روپے، عام 20 روپے

اُمتِ مسلمہ کے لیے سہ نکاتی لائحہ عمل

اور نہی عن المنکر کی خصوصی اہمیت

مجلد 100 روپے، غیر مجلد 45 روپے

پاکستان اور ملت اسلامیہ کے حال اور مستقبل کے
تناظر میں لکھے گئے فکر انگیز اخباری کالموں کا مجموعہ

بصائر

صفحات: 130 قیمت: 65 روپے

تحریکِ پاکستان کا تاریخی و سیاسی پس منظر،
اسلامیان پاکستان کا تہذیبی و ثقافتی پس منظر

اسلام اور پاکستان

اشاعت خاص: 60 روپے

برعظیم پاک و ہند میں

اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید و تعمیل

اور اس سے انحراف کی راہیں

اعلیٰ ایڈیشن: 50 روپے

دعوت رجوع الی القرآن کی اساسی اور مقبول عام دستاویز
جس کا انگریزی، عربی، فارسی اور سندھی میں ترجمہ ہو چکا ہے

مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق

اشاعت خاص: 45 روپے، عام: 25 روپے

سابقہ اور موجودہ

مسلمان اُمتوں کا ماضی حال اور مستقبل

اور مسلمانانِ پاکستان کی خصوصی ذمہ داری

اشاعت خاص 100 روپے

ڈاکٹر صاحب کے دو خطبات کا مجموعہ

اسلام میں عورت کا مقام

اشاعت خاص: 100 روپے، عام: 60 روپے

مفصل فہرست طلب کیجیے: مکتبہ خدام القرآن، 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ فون نمبر 3-042-35869501